ترتیبِ جدید

سلسلۂ منتخباتِ نظمِ اردو

جذباتِ فطرت

مرتبہٗ

محمد الیاس برنی۔ ایم اے ال ال بی (علیگ)

جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن

جلد سوم

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ میں طبع ہوئی ۱۳۴۲ھ ۱۹۲۴ء

[بار سوم] [قیمت عہ]

جذباتِ فطرت
جلد سوم

اس سلسلہ کے چاروں سٹوں کی بارہ کتابوں کے ملنے کے پتے

(۱) محمد مقتدیٰ خاں شروانی۔ علی گڑھ

(۲) محمد الیاس برنی۔ جام باغ۔ حیدر آباد (دکن)

(۳) شیخ مبارک علی۔ لہاری دروازہ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تشریح ترتیبِ جدید

مروجہ غزلیات کی کثرت سے عموماً یہ خیال پھیل گیا ہی کہ اُردو شاعری کی ساری کائنات محض حسن و عشق اور گل و بلبل کی پرانی داستان ہی۔ مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ اُردو میں بھی ہر رنگ کی بہتر سے بہتر نظمیں موجود ہیں۔ البتہ وہ اب تک منتشر اور غیر معروف رہیں۔ چنانچہ موجودہ انتخاب سے اس کی پورے طور پر تصدیق ہوتی ہی۔ اگر جدید تعلیم یافتہ حضرات اِس سلسلۂ انتخاب کو ملاحظہ فرمائیں گے تو ثابت ہوگا کہ انگریزی کی جن نیچرل نظموں پر وہ سر دُھنتے ہیں

ان کی ہم پلہ نظمیں خود ان کی اُردو زبان میں موجود ہیں۔ شعر و سخن کے چمن کھلے
ہوئے ہیں جن کے رنگ و بُو سے دل و دماغ بلکہ رُوح کو تفریح ہوتی ہے۔ اُمید ہے
کہ اس انتخاب کو دیکھکر تعلیم یافتہ حضرات کے دل میں ضرور اُردو شاعری کی
قدر و محبت پیدا ہوگی اور ان کی قدر دانی و توجہ سے اُردو شاعری کی ترقی کا
ایک نیا دَور شروع ہوگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

۱۹۱۹ء میں اس سلسلہ کی ابتدا ہوئی جب کہ معارفِ ملت مناظرِ قدرت
اور جذباتِ فطرت کی پہلی تین جلدیں شائع ہوئیں اور پہلا سٹ کہلائیں ملک نے
بہت گرمجوشی سے اس کا خیر مقدم کیا۔ اچھے اچھے ادیبوں اور نقادانِ سخن نے انتخاب
اور ترتیب کی داد بلکہ مُبارکباد دی۔ ہر طرف سے فرمایشوں کا تار بندھ گیا۔ اور
ہاتھوں ہاتھ کتابیں چل نکلیں۔ علاوہ بریں اکثر صوبوں کے مدارس میں کتب خانوں
انعامات بلکہ درس کے واسطے بھی یہ کتابیں منظور ہو گئیں۔ اس قدر شناسی اور
ہمت افزائی نے قدرتاً نئے سٹوں کی تالیف و طبع کی رفتار تیز کر دی۔ چنانچہ
۱۹۲۰ء میں دوسرا سٹ شائع ہوا اور ۱۹۲۱ء میں تیسرے سٹ کے ساتھ ساتھ
پہلے دو سٹوں کے دوسرے اڈیشن بھی نکل آئے۔ ۱۹۲۲ء میں یہ تینوں سٹ
چلتے رہے۔ ۱۹۲۳ء میں چوتھا سٹ بھی نکل آیا۔ اس طرح پانچ سال کے اندر اندر

سلسلہ کی بارہ جلدیں شائع ہو گئیں جن میں کم و بیش دو سو قدیم و جدید شاعروں کے کلام کا انتخاب شامل تھا۔

الحمد للہ ان کتابوں نے اُمید اور توقع سے بڑھکر شہرت و مقبولیت حاصل کی قدیم و جدید تعلیم یافتہ سب ان کا دم بھرنے لگے۔ بڑے چھوٹے یکساں دل سے قدر کرنے لگے۔ سفر حضر میں ان کو پیش نظر رکھنے لگے۔ پڑھی لکھی بہو بیٹیوں نے تو ان کو اپنا وظیفہ بنا لیا۔ خلوت و جلوت کے لئے اچھا مشغلہ پا لیا۔ آپس کے تحفے تحائف میں بھی یہ کتابیں چلنے لگیں اور گھر گھر دلچسپی اور خوش وقتی کا سامان بن گئیں۔ غرض کہ صدہا اُردو پرست گھروں نے اِس سلسلہ کے معتقد بلکہ مُرید ہو گئے اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ اُردو میں ایسے انتخاب کی عام و خاص کو کس درجہ ضرورت تھی۔

اِس سلسلہ کی سب سے بڑی خصوصیت جس کی نظیر دوسری زبانوں میں بھی کم نظر آتی ہے ترتیب اور تقابل ہے یعنی ایک ایک مضمون کے متعلق متعدد نظموں کو اس طرح یکجا ترتیب دینا کہ ان کا باہم مقابلہ ہو سکے اور تقابل سے ہر ایک کے خصوصیات نمایاں ہوں اور ان کے ادبی مدارج کا پتہ چلے کہ کس اعتبار سے کون سی نظم کس نظم پر فائق ہے۔ یہ طریق تقابل جس کو انگریزی میں کمپیریٹیو اسٹڈی

کہتے ہیں ادب کی تعلیم میں بہترین اور انتہائی ذہنی تربیت شمار ہوتا ہے۔ مزید براں اس قسم کی ترتیب سے اُردو شاعری کی وسعت اور رفعت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ کن کن مضامین کی فضا میں اُردو شاعر کس حد تک بلند پروازی دکھا چکے ہیں چنانچہ اس سلسلہ کو دیکھکر بہت سے منکر اور غافل اُردو شاعری کے قائل بلکہ معتقد ہو رہے ہیں۔ حالاں کہ ابھی بہت کچھ بیش قدر کلام نظروں سے پوشیدہ ہے۔

ترتیب کے علاوہ دوسری خصوصیت جس کی تفصیل تمہید میں مذکور ہے یہ کہ انتخاب میں صرف نظمیں نقل کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بڑی ترکیبوں کے ساتھ مشہور نظموں میں سے ایسی نظمیں نکالی گئی ہیں جو بجائے خود مستقل اور مکمل معلوم ہوتی ہیں حالاں کہ اصلی نظموں میں ان کا شبہ گزرنا بھی مشکل تھا۔ اس سے بڑھکر جدت یہ کہ ایک ہی شاعر کے متفرق اشعار یکجا ترتیب دے دے کر ان سے نہایت نادر اور لطیف مضامین پیدا کئے گئے ہیں۔ جو مستقل نظموں میں نایاب ہیں۔ میر تقی میرؔ۔ مرزا غالبؔ اور اکبرؔ الہ آبادی ان حضرات کے کلام میں خاص کر اس طریق کو بہت کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ چنانچہ اس طرز کی متعدد نظمیں سلسلہ میں شریک ہیں جو اپنے طرز میں بالکل عجیب اور انوکھی معلوم ہوتی ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ بیخودی میں شاعر کے مُنہ سے حقایق کے پھول جھڑتے رہتے

ہیں۔ کوئی چاہے تو ان کو جمع کر کے بہترین خوشنما اور خوشبودار گلدستے بنا لے۔
نظمیں ان ترکیبوں سے حاصل ہو بھی گئیں تو اکثر کے عنوان ندارد۔ پھر ان پر
ایسے موزوں اور جامع عنوانات لگائے گئے کہ معانی کے دریا کوزوں میں
بند نظر آنے لگے۔ غرض کہ طرح طرح سے کوشش کی تب کہیں ایک حد تک اردو
شاعری کی چمن بندی ہو سکی۔ ورنہ اس خطہ کے سرسری رہ رووں کو اکثر ایک
خودرو جنگل کا دھوکا ہوتا تھا جس میں ان کو رنگ و بو کے پھول بھی کم نظر
آتے تھے۔

کُل مواد پہلے سے تو موجود نہ تھا بتدریج فراہم ہو ہو کر ترتیب پاتا گیا۔
شائع ہوتا گیا۔ اس طرح چارٹ مرتّب کر کے بارہ جلدیں شائع ہوئیں۔ گرچہ
سلسلہ کی ترتیب اور تہذیب میں پوری کوشش کی گئی پھر بھی اصلاح و ترقی
کی کافی گنجائش باقی رہ گئی مضامین کی مجانست ترتیب کی رُوح رواں ہے۔
وافر مواد مُہیّا ہو جانے کی بدولت جدید ترتیب میں سابق کے مقابل مجانست
مضامین کہیں زیادہ چست اور وسیع ہو گئی ہے حتیٰ کہ ہر جلد میں ایک مستقل اور
جُداگانہ کیفیت نظر آتی ہے۔ شائع شدہ نظموں کے علاوہ بہت سی اور نظمیں بھی
شامل ہو گئی ہیں گویا جدید ترتیب اور مزید مضامین کے ساتھ یہ بارہ جلدیں

از سرِ نو شائع کی جاتی ہیں اور آیندہ یہ ان کی مستقل شکل رہیگی تفصیل ملاحظہ ہو

پہلا سٹ

معارفِ ملّت

جلد اوّل ۔ متعلق دینیات یعنی حمد، نعت، مناجات اور معرفت کی نظمیں، جن میں دین وایمان کی خوشبو مہکتی ہی۔ صاحب دلوں اور عاشقانِ رسول کے واسطے بڑی نعمت ہی۔

جلد دوم ۔ متعلق اسلامیات یعنی اسلام اور مسلمانوں کے ماضی، حال اور مستقبل کی تفسیریں اور تصویریں، جو قلب کو گرماتی اور رُوح کو تڑپاتی ہیں۔ خاص کر واقعہ کربلا کے ۱۵ جگردوز نشتر لذت شہادت تازہ کردیتے ہیں۔ اسلامی مدارس کے واسطے بیش بہا تحفہ ہی۔

جلد سوم ۔ متعلق قومیات یعنی ہندوستان کی متحدہ قومیت کے متعلق دردمند اور وطن پرست شاعروں کا دل پذیر کلام جو عبرت سکھاتا اور غیرت دلاتا ہی۔ اِس جلد میں چند قدیم شہر آشوب بھی قابل دید ہیں قومی مدارس کے واسطے بہت موزوں ہی۔

جلد چہارم۔ متعلق اخلاقیات یعنی اُردو شاعری میں اخلاق و حکمت کے جو انمول موتی جواہر بکھرے پڑے تھے اور جو بہترین قومی سرمایہ ہیں فراہم کر دیئے گئے ہیں۔ یہ جلد لڑکوں اور نوجوانوں کے واسطے قابل قدر تحفہ ہے۔ تمام مدارس کے واسطے یکساں مفید ہے۔

دُوسرا سٹ

جذباتِ فطرت

جلد اوّل۔ اُردو شاعری کے قافلہ سالار یعنی میرؔ اور مرزا رفیع سوداؔ کے کلام کا مربوط اور جامع انتخاب خاص کر میرؔ کے متفرق اشعار کو ترتیب دے کر جو نازک مضامین پیدا کئے گئے ہیں وہ بہت نایاب ہیں یہ کتاب بھی کالج کی اعلیٰ جماعتوں میں درس کے قابل ہے۔

جلد دوم۔ اُردو کے سرمایۂ ناز شاعر مرزا غالبؔ اور اُس کے خاص ہم عصر یا خاص ہم رنگ شعرا ذوقؔ، ظفرؔ اور حسرتؔ موہانی کے کلام کا انتخاب غزلیات کے علاوہ مرزا غالبؔ کے متفرق اشعار کی ترتیب سے جو گوناگوں لطیف مضامین پیدا کئے گئے ہیں وہ قابل دید ہیں۔

یہ کتاب بھی اعلیٰ جماعتوں کے درس کے قابل ہے۔

جلد سوم۔ تقریباً تیس قدیم، مستند اور باکمال شعرا کے کلام کا اعلیٰ انتخاب جو اپنی قدامت اور جامعیت کے لحاظ سے قابلِ دید ہے۔

جلد چہارم۔ تقریباً ساٹھ جدید، مشہور و مقبول شعراء کے کلام کا دلکش انتخاب۔ شاعری کے جدید دَور کا اِس سے خوب اندازہ ہو سکتا ہے۔

تیسرا سٹ

مناظرِ قدرت

جلد اوّل۔ متعلق اوقات یعنی صبح، شام، دن، رات، دھوپ، چاندنی، موسم گرما، سرما، برسات اور بہار کے دلکش مناظر نظموں میں اس خوبی سے عکس فگن ہیں کہ اُن کو دیکھکر طبیعت وجد کرنے لگتی ہے۔ نیچر پرستوں کے لئے یہ جلد قدرت کی دلفریبیوں کا بہترین مرقع ہے۔

جلد دوم۔ متعلق مقامات یعنی آسمان، زمین، پہاڑ، جنگل، میدان، دریا، کھیت، باغات، شہر اور عمارات۔ شاعروں نے اِن سب کی ایسی صاف ستھری تصویریں کھینچی ہیں کہ نظمیں پڑھتے وقت گویا ہم آنکھوں سے

اُن کی سیر کر رہی ہیں۔

جلد سوم۔ متعلق نباتات و حیوانات۔ یعنی پھول پھل، کیڑے پتنگے، تتلیاں، چڑیاں، پرندے، چرندے، چوپائے اور متفرق جانور وغیرہ۔ ان سب کے حالات پڑھنے سے اندازہ ہو سکے گا کہ اُردو شاعروں نے اشیاءِ قدرت کا کس حد تک مطالعہ کیا ہے اور مشاہدات میں کہاں تک جان ڈالی ہے۔

جلد چہارم۔ متعلق عمرانیات۔ یعنی ہندوستان کے تمدن، رسم و رواج، عید تیوہار، غمی، شادی، میلے ٹھیلے، صحبتیں، جلسے، کھیل، تماشے، وضع لباس، صورت، شکل، ہنسی مذاق، بزم اور رزم، سب طرح کے حالات پیشِ نظر ہو کر دل کو بے چین کر دیتے ہیں۔ مناظرِ قدرت کی چاروں جلدیں زنانہ مدارس کے واسطے خاص کر بہت موزوں ہیں۔

سلسلے کی یہ بارہ جلدیں تو مستقل ہو گئیں۔ اگر آئندہ موقع ملا اور مواد فراہم ہوتا رہا تو انشاء اللہ وقتاً فوقتاً ایک ایک جلد اس سلسلے کے تتمے کے طور پر شائع ہوتی رہیگی۔ اور ہر جلد میں معارفِ ملت۔ مناظرِ قدرت اور جذباتِ فطرت۔ تینوں حصوں کے کچھ کچھ مضامین شامل رہیں گے۔ ہر حصہ کی جداگانہ جلد مرتب ہونے کا

انتظار نہیں کیا جائے گا۔ اگر یہ سلسلہ اس طرح جاری رہ سکا تو اُمید ہے کہ اُردو کا بیشتر قابل قدر کلام یکجا محفوظ ہو جائے گا۔ اور شایقین کو بلا دقّت دستیاب ہو سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

علاوہ بریں ایک فارسی انتخاب کے واسطے بھی عرصہ سے بعض محترم بزرگوں اور مخلص احباب کی فرمایش جاری ہے بلکہ اصرار تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ مہلت اور موقع شرط ہے۔ ممکن ہے کہ ایک خاص طرز کا فارسی انتخاب بھی کبھی شائع ہو کر شرف مقبولیت حاصل کرے۔ وَمَا تَوفِیقِی اِلَّا بِاللّٰہ۔

جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن
دسمبر ۱۹۲۴ء

محمد الیاس برنی

اردو شاعری کی بھی عجب اُفتاد پڑی جب کہ ہندوستان میں اسلامی حکومتوں پر تباہی کی کالی گھٹائیں چھا رہی تھیں اور گھڑی گھڑی اِدبار کی بجلیاں گرتی تھیں، بزمِ سخن کی رونق اور چہل پہل قابلِ دید تھی۔ خود فرماں روائے وقت دُنیا و ما فیہا سے بے خبر شاعری کی دُھن میں مست تھے شاعروں کی دیکھا دیکھی حشرات الارض کی طرح بے شمار نظم نگار نکل پڑے آٹھوں پہر مشاعرے گرم رہنے لگے اور مدّاحوں کی واہ وا نے آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ رنگ رلیوں کا زمانہ تھا۔ کلام بھی قدرتاً اسی رنگ میں

رنگ گیا۔ چنانچہ اس میں حسن پرستی کا وہ ہیجان آیا اور عشق و عاشقی کا وہ طومار بندھا کہ خدا کی پناہ۔ اس زہریلے مذاق سے قوم پر کس درجہ مُردنی چھائی، اخلاق و عادات کی کیا گت بنی، جاہ و ثروت کس طرح خاک میں ملی، یہ عبرت ناک داستان ابھی تاریخ ہند میں بیان ہونی باقی ہے۔ پھر بھی بڑی خیریت ہوئی کہ ظاہری آرایش کی کثرت سے شاعری کا اصلی حسن چھپا رہا۔ مبالغوں اور لفظی رعایتوں نے خود ہی اس آگ کے شعلے دبا دیے۔ اگر کہیں اس رنگ میں جرأت، انشا، مرزا شوق اور میاں نظیر کے طرز پر شاعری نے اپنا پورا پورا جلوہ دکھایا ہوتا تو پھر قیامت تھی۔ فحش اور مبتذل کلام سے تو بحث نہیں۔ ان واسوختوں نے نہ معلوم کتنے نونہال جھلس ڈالے۔ البتہ اس رنگ کے متین اور مہذب کلام کو لیجئے۔ اس میں ہزار لفظی اور معنوی خوبیاں سہی لیکن تاثیر جو شاعری کی جان ہے کمیاب ہے۔

اگرچہ بہت سا کلام گردشِ ایّام کی نذر ہو گیا تاہم اب بھی نظموں کا ایک وافر ذخیرہ موجود ہے اور خدا کا شکر ہے کہ جا بجا ایسی نظمیں بھی ملتی ہیں

جن کے پاکیزہ اور لطیف مضامین قوم کے واسطے مایۂ حیات اور سرمایۂ مباہات ہیں جن کے بیان کی صفائی و حقیقت آمیزی اور جن کی زبان کی شگفتگی و بے ساختگی سے شاعری کی سحر کاریاں جلوہ گر ہیں ایسا کلام خود بخود قلب کو گرماتا اور رُوح کو تڑپاتا ہی۔ سوتوں کو جگاتا اور ڈوبتوں کو تراتا ہے، ہنستوں کو رُولاتا اور روتوں کو ہنساتا ہی۔ شاعری نے اِس میں بلا کا اثر بھر دیا ہی کسی عارضی اور مصنوعی ذوق کے بجائے خود انسانی فطرت اس کی مقبولیت کی ضامن ہی اور نفسیات کے دربار سے اِسی کو بقائے دوام کا فرمان ملا ہی۔

اشاعت اَدب ترقی زبان اور اصلاح تمدّن کی ایک عمدہ سبیل یہ ہی کہ خاص خاص رنگ کا شاعرانہ کلام مُرتّب کر کے ناظرین کے روبرو پیش کیا جائے۔ چنانچہ زندہ دل اور علم دوست قوموں میں ادبی خدمت کا یہ طریق بہت رائج اور مقبول ہی۔ آئے دن اچھے سے اچھے انتخابات شائع ہوتے رہتے ہیں اس ترکیب سے مطالعہ کا شوق بڑھتا ہی ذوق سلیم پیدا ہوتا ہی اور شاعری اپنا کام کر دکھاتی ہی۔

کچھ انتخابات آج کل نصاب تعلیم میں داخل ہیں بعض شاعروں کا منتخب کلام بھی شائع ہو رہا ہی۔ لیکن اب تک ایسے مسلسل اور مربوط انتخابات کا انتظار رہا جو ادبی مرقعوں کا کام دیں۔ بڑی ضرورت یہ ہی کہ شاعری کے موجودہ رجحانات اور مقامات پیش نظر ہو جائیں تاکہ جو ادیب اور شاعر اپنی ذمہ داریوں سے واقف ہوں شاعری کی اصلاح و ترقی کی معقول تجاویز سوچیں اور کارگر تدابیر اختیار کریں۔ انتخابات سے پتا چلا کہ ہماری شاعری کے بہت سے شعبے توجہ طلب ہیں۔ مثلاً اب تک وہ دین و ملت سے بیگانہ بلکہ برگشتہ رہی حمد، نعت اور مناجات جن میں کچھ خلوص و نیاز کی چاشنی ہو مشکل سے ملتی ہیں اور قومی نظمیں تو بوجہ ندرت ابھی تک تبرک بنی ہوئی ہیں۔ اسی طرح جذبات کو لیجیے اوّل تو ایشیائی طبیعت یوں ہی حزن پسند ہی دوسرے اردو شاعری نے قومی تنزل اور تباہی کے دور میں ہوش سنبھالا قدرتاً کلام باردار اور یاس انگیز ہی۔ دنیا کی بے ثباتی، زمانہ کی گردش، تقدیر کی بندش، افتادگی و خود فراموشی، سکون و خاموشی۔ جب راگ کا یہ سرگم ہو تو پھر ناممکن ہی کہ اسے سن کر مال و دولت اور جاہ و حشمت سے دل بیزار نہ ہو

شاعری کی یہ برودت ہماری جیسی مضمحل اور تساہل پسند قوم کے حق میں بہت خطرناک ہی. کہیں خدانخواستہ جد و جہد کے رہے سہے ولولے اور ترقی کی اُمنگیں پھر سرد نہ پڑجائیں۔ اِس وقت تو کچھ ایسے حار نسخہ کی ضرورت ہی جس سے دلوں کی افسردگی نکلے اولوالعزمی اُبھرے اور لوگوں میں گرمجوشی پھیلے۔ اس طرح گرم سرد اجزا کی آمیزش سے خود بخود شاعری میں ایک صحت بخش اعتدال پیدا ہو جائے گا. علیٰ ہذا قدرت کو لیجیے اس کے بے شمار عجائبات ہمیشہ سے آنکھوں کے سامنے موجود رہی لیکن ہمارے شاعروں نے کہیں اَب جاکر نقاشی شروع کی ہی اور ابھی وہ زمانہ دُور ہی جب کہ نیچر کی تصاویر مُنہ سے بولنے لگیں. حاصل کلام یہ کہ اُردو شاعری میں گوناگوں اصلاح و ترقی کی ضرورت و گنجایش ہی اور بحالتِ موجودہ غالباً انگریزی شاعری اِس کام میں بہت زیادہ مدد دے سکتی ہی۔

اِسی ضرورت کے خیال سے خدا کا نام لے کر ہم منتخبات نظم اُردو کا ایک باقاعدہ سلسلہ شروع کرتے ہیں. مجانست مضامین کے لحاظ سے اِس کے تین جُداگانہ حصّے قرار پائے ہیں۔

(۱) معارفِ ملت۔ حمد، نعت، مناجات اور اخلاقی و قومی نظموں کا گلدستہ۔

(۲) جذباتِ فطرت۔ سب دلوں کی کہانی چند شاعروں کی زبانی بقول غالبؔ

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

(۳) مناظرِ قدرت۔ اوقات، مقامات، مخلوقات، واقعات کی دلکش تصاویر کا مُرقع۔ ایسے وسیع انتخابات میں سب نظموں کا ادبی حیثیت سے ہم پلہ ہونا نہ تو ممکن ہے اور نہ مطلوب۔ چنانچہ اساتذہ کے کلام کے پہلو بہ پہلو نومشق اور غیر معروف شاعروں کی طبع آزمائیاں درج ہیں۔ لیکن شاعری کے رنگ و بُو سے کوئی نظم خالی نہیں۔ بعض نظمیں جو ادبی لحاظ سے شاید ادنیٰ خیال کی جائیں اس لئے خاص طور پر قابلِ قدر ہیں کہ وہ پہلے پہل نئے نئے ضروری مضامین کے صاف سُتھرے خاکے بطور نمونہ پیش کرتی ہیں۔ سچ پُوچھئے تو یہ بھی بڑا کام ہے۔ خُدا جانے انھیں کی دیکھا دیکھی آگے چل کر سحر نگار قلم کیسی کیسی انوکھی اور پیاری تصاویر کھینچ دکھائیں۔ علاوہ بریں ارتقاءِ شاعری کی تحقیق میں بھی یہ نظمیں ناگزیر ہوں گی۔ پھر کسی جامع انتخاب میں کیوں کر نظر انداز ہو سکتی ہیں۔ اگرچہ

نظمیں بعض حضرات کے لطیف ادبی مذاق پر بار ہوں تو اُمید ہے کہ وہ معذرت قبول فرمائیں گے بایں ہمہ ان کی ضیافتِ طبع کے لیے اساتذہ کا بھی کافی کلام موجود ہے۔ اگر انار کے کچھ دانے کچے ہوں تو اس سے باقی انار کی شیرینی ولطافت میں کچھ فرق نہیں آتا۔

انتخاب اور ترتیب کا طریق خود مجموعوں سے ظاہر ہے۔ اصل مضمون پیش نظر رکھکر نظموں سے غیر ضروری اجزا نکالنا، مفید مطلب مقامات چھانٹنا حسب صلاحیت ان کو از سر نو ملانا یا جُدا گانہ نظموں کی شکل میں لانا پھر نظموں کے موزوں عنوانات قرار دے کر ان کو مضمون وار اس طرح ترتیب دینا کہ ہر نظم کا موقع محل ایک خاص موزونی اور معنی رکھتا ہو، یہ سب اہتمام کیا تب کہیں اس سلسلۂ منتخبات کا ڈول پڑا۔ آئندہ جوں جوں موزوں کلام دستیاب ہوگا، ہر حصہ کی متعدد جلدیں بتدریج شائع کی جائیں گی جو ساخت اور ضخامت کے لحاظ سے تقریباً یکساں ہوں گی۔ اُمید ہے کہ اس طرح پر اردو شاعری کا ایک وسیع انتخاب مرتب ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

جن شاعروں کے کلام سے دل و دماغ بلکہ رُوح کو تفریح وجلا ہوتی

ہیں ان کا پورا پورا شکریہ کوئی کس طرح ادا کرے۔ خدائے تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

جن حضرات نے مہربانی فرما کر نظموں کی فراہمی میں مدد دی اور اس کی طباعت وغیرہ کا حسب دلخواہ اہتمام کیا مؤلف ان کا بھی بدل ممنون احسان ہے

ملک کو اردو اور بالخصوص شاعری کو ایسے انتخابات سے جو فائدہ پہنچے گا اس کے زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ تجربہ خود بہت جلد ثابت کر دے گا۔ اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ

جامعہ عثمانیہ حیدرآباد (دکن)
جولائی ۱۹۲۳ء

محمد الیاس برنی

جذباتِ فطرت

جلد سوم

فہرست مضامین

ہر جلی عنوان سے ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہے اور اس کے تحت میں مضامینِ متجانس درج ہیں۔

صفحہ

فہرست مضامین جلد ۳

صفحہ فہرست مضامین جلد ۳

صفحہ

صفحہ فہرست مضامین جلد ۳

فہرست مضامین جلد ۳

صفحہ

صفحہ فہرست مضامین جلد ۳

فہرست مضامین جلد ۲

جذبات فطرت

جلد سوم

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۵	توجہہ	توجہ
۳	۸	ثر	اثر
۴	۸	کابل	کامل
۶	۱۳	تاکی	تاکے
۷	۷	ربیجے	دیجے
۹	۱۲	کیاکہوں	کیا ہوں
۱۱	۸	بولونہ نگہ	بولونگہ
۱۴	۶	بخت میں	بخت میرا
۱۴	۹	ہنرسے	ہنرنے
۲۱	۲	مار بیٹھا	ما بیٹھنا
۲۶	۶	دیکھو توزنگ	دیکھو تو ونگ
۲۷	۸	کوجوزنگ	کہ جوں زنگ
۳۰	۵	خونسیار	خوں بار
۳۰	۶	آزاد	آزار
۳۲	۵	بہ بلا	یہ بلا
۴۰	۷	اندازگہ	انداز نگہ
۴۵	۸	میرتھا	میرا تھا
۵۰	۳	گرم پردار	گرم پرواز
۵۳	۱۲	مجرم	محرم
۵۴	۳	وصل جانا	وصل جاناں
۵۹	۵	سینہ	سفینہ
۶۰	۵	نہال ہوں	نہال ہو
۶۶	۱۲	صدتے	صدقے
۶۷	۴	کہول کی	کہول گی
۷۱	۴	سمار	سماٹا
۷۳	۹	دوکونڈی	دوکوڑی
۷۳	۱۰	ڈھوے	ڈھونڈے
۷۹	۱۰	اور پلا بھارا	پلاّ سر کھپارا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۴	٦	شکستہ	شکستوں
۹۰	۲	اٹھو باندھو کر کمر کو	اٹھو باندھو کمر
۱۰۱	۲	کفن ہوا	کفن ہو
۱۰۵	۹	تحجز	تحجیر
۱۰۵	۱۵	جھپی	بجھی
۱۰٦	۸	میدنہ	مہ
۱۱۰	۴	ہو چند	ہوں چند
۱۱۰	۴	مہماں	میہماں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۵	۴	شہید	شہیدی
۱۱۹	۱۰	دشت	وحشت
۱۲۲	۳	ہوسے تم	ہوسے ہو تم
۱۲۳	۱۱	متوالا دہی	مست والا دہی
۱۲٦	۱۱	توہے	توسے ہی
۱۲٦	۱۵	مرگ	مرگئے
۱۲۷	۵	گرئی	گرگئے

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جذباتِ فطرت

(جلد سوم)

۱- میر درد

مژگانِ تر ہوں یا رگِ تاکِ بریدہ ہوں
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

کھینچے ہے دور آپ کو میری فروتنی
افتادہ ہوں پہ سایۂ قدِ خمیدہ ہوں

ہر شام مثلِ شام ہوں میں تیرہ روزگار
ہر صبح مثلِ صبح گریباں دریدہ ہوں

کرتی ہے بوئے گل تو مرے ساتھ اختلاط
پر آہ میں تو موجِ نسیمِ وزیدہ ہوں

یہ چاہتی ہی تو طپشِ دل کہ بعد مرگ کُنجِ مزار میں بھی نہ میں آرمیدہ ہوں

جلد ۳

اے دردؔ جاچکا ہے مرا کام ضبط سے
میں غم زدہ تو قطرۂ اشکِ چکیدہ ہوں

درد

۲- شاعر کی مناجات

یارب چمنِ نظم کو گلزارِ ارم کر اے ابر کرم خشک زراعت پہ کرم کر
توفیض کا مبدا ہی توجہ کوئی دم کر گمنام کو اعجاز بیانوں میں رقم کر
جبتک یہ چمک مہر کے پرتو سے نجائے
اقلیمِ سخن میری قلمرو سے نجائے

اس باغ میں چشمے ہیں ترے فیض کے جاری بلبل کی زباں پر ہی تری شکر گزاری
ہر نخل برومند ہے یا حضرت باری پھل ہم کو بھی مِلجائے ریاضت کا ہماری
وہ گُل ہوں عنایت چمنِ طبع نکو کو
بلبل نے بھی سونگھا نہو جن پھولونکی بو کو

بھر دے دُرِ مقصود سے اس دُرج دہاں کو دریائے معانی سے بڑھا طبعِ رواں کو

آگاہ کر انداز تکلّم سے زباں کو   عاشق ہو فصاحت بھی وہ دے حسنِ بیاں کو

تحسیں کا سمٰوات سے غل تا بہ سمک ہو
ہر گوش بنے کانِ ملاحت وہ نمک ہو

ساقی کے کرم سے ہو وہ دورِ چلیں جام   جس میں عوضِ نشّہ ہو کیفیتِ انجام
ہر مست فراموش کرے گردشِ ایّام   صوفی کی زباں بھی نہ رہے فیض سے ناکام

ہاں بادہ کشو پوچھ لو میخانہ نشیں سے
کوثر کی یہ موج آگئی ہے خلدِ بریں سے

انیس

۳۔ شاعر کی دعا

اے فیض رساں دامنِ محتاج کو بھر دے   پتھر بھی پگھل جائے وہ نالوں میں اثر دے
نہ تاج عطا کر نہ زر و لعل و گہر دے   شبّیر کے مدّاحوں میں داخل مجھے کر دے

دنیا کے کسی خواب پریشاں کو نہ دیکھوں
منبر جو ملے تختِ سلیماں کو نہ دیکھوں

خاقان ہو تو قدموں سے کبھی سر نہ لگاؤں   آنکھیں بھی کرے فرش تو بستر نہ لگاؤں

خورشید بنے چتر تو سر پہ نہ لگاؤں — گر کوہ طلا ہوئے تو ٹھوکر نہ لگاؤں

سونا ہو جدھر گرد قدم جھاڑ کے پھینکوں
اکسیر کے نسخے جو ملیں پھاڑ کے پھینکوں

جو مصرعِ رنگیں ہو فصاحت سے بھرا ہو — جو ورد کا مضمون ہو رقت سے بھرا ہو
جو بند ہو پاکیزہ عبارت سے بھرا ہو — معنی سی فصاحت سی بلاغت سی بھرا ہو

ہر بحر میں دریا کی روانی نظر آئے
پتھر کا بھی مضموں ہو تو پانی نظر آئے

مونس

۴۔ شاعر کی خودداری

جو ہیں شاعر کابل نامدار — ہے ان کا وہی وقر اور اقتدار
قناعت میں ان کی نہ آیا خلل — نظر میں کسو کی نہیں مبتذل
انھیں غیرت شاعری ہے زبس — نہیں ہے وراز ان کا دستِ ہوس
ہے اب تک یہ زمرہ دربے بہا — پر ان کا شناسا نہ کوئی رہا
ہوئے کامل اس فن میں جو دو ستاں — یہ ہے وقر و عزت کا ان کی بیاں

نہ وے جن پہ ہی تہمت شاعری کہاں وے۔ کہاں دولت شاعری

گدا طبع۔ دوں ہمت و ناسزا[جلد۲] حریص و شکم بندۂ و بے حیا[جلد۲]

ہیں اکثر یہی درمیاں آج کل

کوئی فرقہ اتنا نہیں مبتذل

(راسخ عظیم آبادی)

۵- مصحفی کی معذرت

قسم بذاتِ خدائے کہ ہے سمیع و بصیر کہ مجھ سے حضرت شہ میں ہوئی نہیں تقصیر

سوائے اس کے کہ حال اپنا کچھ کیا تھا میں عرض سو وہ بطور شکایت نہ تھی اندکے تقریر

گر اس سے خاطرِ اقدس پہ کچھ ملال آیا اور اس گنہ سے ہوا بندہ واجب التعزیر

عوض رُپوں کے ملیں مجھکو گالیاں لاکھوں عوض دوشالہ کے خلعت بشکل نقش حریر

سلف میں تھا کوئی شاعر نوازا ایسا کب جو ہے تو شاہ سلیماں شکوہ عرش سریر

مزاج میں یہ صفائی کہ کر لیا باور کسی کی حق میں کسی نے جو کچھ کہ کی تقریر

مُصاحب ایسے کہ گر کچھ کسی سے لغزش ہو تو اُس کے رفع کی ہرگز نہ کر سکیں تدبیر

وگر کریں تو پھر ایسی کہ نار طیش و غضب مزاج شاہ میں ہو مشتعل بصد تشویر

سو تابِ ذرہ کہاں نورِ آفتاب کہاں — کہاں وہ سطوتِ شاہی کہاں غرورِ فقیر

جلد ۳

مقابلہ جو برابر کا ہو تو تجھ سے کہیئے — کہاں دیبقی و دیبا کہاں پلاس و حصیر

میں اِک فقیر غریب الوطن مسافر نام — رہے ہے یہی آٹھ پہر جس کو قوت کی تدبیر

مراد من ہی کہ مدح حضورِ اقدس کو — اُلٹ کے پھیر بحرفِ نتو میمہ و دل تغییر

یہ اِفترا ہی بنایا ہوا سب انشا کا — کہ بزم و رزم میں ہی پائے تخت کا وہ مشیر

مزاج شاہ ہو یوں منحرف تو مجھکو بھی — یہ چاہیئے کہ کروں شکوہ اس کا پیش وزیر

اگر وزیر بھی بولے نہ کچھ خدا لگتی — تو جاؤں پیش محمدؐ کہ ہے بشیر و نذیر

شفیعِ روزِ جزا بادشاہ آوا دنے — مگر وہ جرم پہ جس سے نہیں لکھی تعذیر

کہوں یہ اُس سی کہ اے جرم بخشِ پُر گنہاں — تری غلامی میں آیا ہی داد خواہ فقیر

خطا ہو میری جو پہلے تو کر اسیر مجھے — و گر عدو کی پہنا اُس کو طوق اور زنجیر

اگرچہ بازیِ انشائے بے حمیت کو — رہا خموش سمجھ کر میں بازیِ تقدیر

و لے غضب ہی بڑا یہ کہ اب وہ چاہی ہے — خیال میں بھی نہ کھینچوں میں ہجو کی تصویر

سو میں ملک نہیں ایسا بشر ہوں تا کہ چند و — کہے سی اُس کے کروں گا نہ ماجرا تحریر

کیا میں فرض کہ میں آپ اُس سی دہ گذرا — پھر یگا مجھسے کوئی گرم و منتظر کا ضمیر

اور اُن پہ بھی جو کیا میں نے تازیانہ منع — تو ہو سکے ہی کوئی اُن کی وضع کی تدبیر

ہزار شہدوں میں بیٹھیں ہزار جا پہ ملیں
پھریں ہمیشہ لئے اپنے ساتھ جمع کثیر

نہ مانیں تیغ سیاست نہ قہر سلطانی
نہ سمجھیں قتل کا وعدہ نہ ضربتِ شمشیر جلد ۲

مزاج ان کا ٹھٹھول اس قدر پڑا ہے کہ وہ
ہنسی سمجھتے ہیں اس بات کو نہ جرم کبیر

پھر اس پہ یہ بھی ہے یعنی کہ اس مقام کے بیچ
جو ہووے نثی تو کچھ نثر میں کرے تسطیر

تکلیف جن کو خدا نے کیا ہو موزوں طبع
او اپنے فضل سے بخشی ہو شعر میں توقیر

یہ کوئی بات ہے سوسن کے وہ خموش رہے
ہوا ہے مصلحتاً گو کہ تصفیہ یہ اخیر

مگر یہ بات میں مانی کہ سانگ کا بانی
اگر میں ہوں تو مجھے دیجیے بدترین تعزیر

میں آپ ناقہ کش اتنا کہاں مجھے مقدور
کہ فکر اور کروں کچھ بغیر آتشِ شعیر

مرے حواس پریشاں ہیں ایں پریشانی
ہو جیسے لشکر شکستہ کی خراب بھیر

گر اس پہ صلح کی ٹھیری رہی تو صلح سہی
اگر ہو پھر بھی شرارت بشر ہوں میں بھی شریر

جواب ایک کے یاں دس ہیں اور دس کے سو
نگاہ کرنی تھی اول بایں قلیل و کثیر

حصول یہ ہے کہ جب کوتوال تک قضیہ
گیا ہوا زپئے تہدید شاعرانِ شریر

تو کوتوال ہی بس ان سے اب سمجھ لیگا
یہ دمبدم کی شکایت کی ہے عبث تحریر

یہ وہ مثل ہے کہ جس طرح سارے شہر کے بیچ
بلند قامتی اپنی سے متہم ہو بھیر

سو متہم مجھے ناداں نے ہجو شہ سے کیا
قباحت اس کی جو سمجھے شہ اس کو دے تعزیر

ولے مزاج مقدس تو لا اُبالی ہے — نہیں خیال میں آتا خیال حرفِ حقیر
جو کچھ ہوا سو ہوا مصحفی بس اب چپ رہ — زیادہ کر نہ صداقت کا ماجرا تحریر
خدا پہ چھوڑ دے اس بات کو وہ مالک ہے
کرے جو چاہے جو چاہا کیا بحکم قدیر

مصحفی

۶۔ شکایت کم قدری

خطائے خصم نہیں کچھ یہ بخت کا ہے قصور — کہ مجھ سے طور تحسین نہیں مزاجِ حضور
وہی ہوں میں کہ اوائل میں سر ہلاتے تھے — ہر ایک مطلعِ رنگیں پہ جس کے اہلِ شعور
وہی ہوں میں کہ جسے فیضیِ زماں انشا — سمجھ کے دل میں نہ لاتا تھا کچھ خیالِ غرور
وہی ہوں میں کہ جسے خانہ زاد خاں صاحب — لکھیں ہیں نثر میں اپنی کلیمِ طورِ شعور
وہی ہوں میں جسے رنگیں نے اپنا سب دیوان — دکھا کے تا بہ تمامی کیا ہے رفعِ خطور
وہی ہوں میں کہ ہوا جن جن سے شاد و ملا — کسی نے غیر ستایش نہ کچھ کیا مذکور
وہی ہوں میں کہ جسے میر سوز سلمہٗ — کرے ہیں یاد بلفظِ ستایش موفور
وہی ہوں میں کہ جسے میر مفخر الشعرا — کہے ہیں "ہاں" جو کچھ آجائے ہے کبھی مذکور

وہی ہوں میں جسے مرزا قتیل سحر بیاں
کرے تھا طرح پر اپنے بدوستی مامور

جلد ۲

وہی ہوں میں جسے منت نے بے بدل جانا
اگرچہ تھا وہ نہایت بشاعری مغرور

وہی ہوں میں جسے دیوانہ سری سنگھ نام
لگے تھا سر کو جھکانے میاں آہ از دور

وہی ہوں میں جسے فاخر نے بعد رد و بدل
کہا کہ پیجئے حقہ میانہ جمہور

وہی ہوں میں جسے جرأت بھی خوب جانے ہے
کہ فنِ ریختہ میں بھی ہے یہ بڑا پُر زور

وہی ہوں میں کہ رہا جس کے نظم دلکش پر
مشاعروں میں ہمیشہ سے شورِ روز نشور

پر اب سخن میں مُرے شاید آگئی سردی
کہ ان کی شورشِ تحسین ہو گئی کافور

عجب معاش ہے ان دوستانِ یکدل کی
اس اتحاد پہ یہ کچھ بھرے ہیں دل میں فتور

زیادہ فائدہ کیا اس کلام سے تجھ کو
ثنائے شاہ سلیماں کر اے فلان مسطور

مصحفی

۷۔ شاعر کی شکایت

ناقدری عالم کی شکایت نہیں مولا
کچھ دفترِ باطل کی حقیقت نہیں مولا

باہم گل و بلبل میں محبت نہیں مولا
میں کیا کہوں کسی روح کو راحت نہیں مولا

جلد ۳

عالم ہے مکدر کوئی دل صاف نہیں ہے
اس عہد میں سب کچھ ہے پر انصاف نہیں ہے

نیک و بد عالم میں تامل نہیں کرتے | عارف کبھی اتنا بھی تجاہل نہیں کرتے
خاروں کے لئے رخ طرفِ گل نہیں کرتے | تعریفِ خوش الحانیِ بلبل نہیں کرتے

خاموش ہیں گو شیشۂ دل چور ہوئے ہیں
اشکوں کے ٹپک پڑنے سے مجبور ہوئے ہیں

الماس سے بہتر یہ سمجھتے ہیں خزف کو | دُر کو تو گھٹاتے ہیں بڑھاتے ہیں صدف کو
اندھیر ہے ہی چاند بناتے ہیں کلف کو | کھو دیتے ہیں شیشہ کے لئے دُرِ نجف کو

ضائع ہیں دُر و لعل بدخشان و عدن کے
مٹی میں ملاتے ہیں جواہر کو سخن کے

ہے لعل و گہر سے یہ دہن کانِ جواہر | ہنگامِ سخن کھلتی ہے دُکانِ جواہر
ہیں بند مرصع تو ورق خوانِ جواہر | دیکھے اسے ہاں ہے کوئی خواہانِ جواہر

بینا ہے تو ناتِ ہنر چاہئے اس کو
سودا ہے جواہر کا نظر چاہئے اس کو

کیا ہوگئے وہ جوہریانِ سخن اکبار | ہر وقت جو اس جنس کے رہتے تھے طلبگار

اب ہی کوئی طالب نہ شناسا نہ خریدار — ہے کون دکھائیں کسے یہ گوہرِ شہوار

جلد ۲

کس وقت یہاں چھوڑ کے ملکِ عدم آئے

جب اُٹھ گئے بازار سے گاہک تو ہم آئے

انیس

۸۔ شاعری کا تصنّع

صاحب ہیں کئی اس طبقے میں شعرا کے — ہم بزمِ سخنداں کو نہ اُن سی کرے تقدیر

اُستاد کی اُن کے ہے اُنھوں کو یہ نصیحت — لفظی نہ تناسب ہو تو کچھ مت کرو تحریر

اتنا تو تلازم رکھو الفاظ کا ملحوظ — بے پنجہ و ناخن نہ لکھو دودھ کو تم شیر

جب تک کہ نہ منظوم ہو پاسنگ ترازو — باندھو نہ کبھی شعر میں تم لفظ شکم سیر

تم شعر و سخن اپنے کی بندش میں کماں بن — بولو نہ نگہ یار کو یا رو نہ کبھو تیر

چہرے کو نہ معشوق کے دو شمع سے تشبیہ — تا زلفوں کو باندھو نہ کسی شکل سے گلگیر

مضموں جو قد و زلف کا معشوق کے باندھو — لکھو الف و لام کے سیپارے کی تفسیر

اُستاد کی اس پند پہ کی اور ترقی — شیوہ وہ لیا جس میں کہ ہو غیر کی تحقیر

مضمون جو ہو ریختے کا تازہ کسی کے — کرتے ہیں اُسے فارسی میں باندھ کے تشہیر

پھر کہتے ہیں یوں ہی کسی اُستاد کا یہ شعر — سرقہ یہ کیا حق سے بُرا ہی کوئی بے پیر
اتنا یہ سمجھتے نہیں نادان کہ جہاں میں — حاصل نہیں ہوتی ہے کچھ ان باتوں سے توقیر
سر رشتہ ہے عزت کا فقط ہاتھ خدا کے — افزائشِ قدر اپنی میں چلتی نہیں تدبیر

قطرہ وہی پانی کا ہے قسمت کی ہے تفریق
ہوا ایک تگرگ ایک گہر ہو کے گرہ گیر

سودا

۹۔ شاعری کی گت

بعضوں کا گماں ہے یہ کہ ہم اہلِ زباں ہیں — دلی نہیں دیکھی ہے زباں داں یہ کہاں ہیں
پھر تس پہ ستم اور یہ دیکھو کہ عروضی — کہتے ہیں سدا آپ کو اور لاف زناں ہیں
سیفی کے رسالہ پہ بنا اُن کی ہے ساری — سو اُس کو بھی گھر بیٹھے وہ آپ ہی نگراں ہیں
ایک ڈیڑھ ورق پڑھ کے وہ جامی کا رسالہ — کرتے ہیں گھمنڈ اپنا کہ ہم قافیہ داں ہیں
نو حرف جو وہ قافیہ کے لکھتے ہیں اُس میں — دانا جو انہیں سنتے ہیں یہ کہتے ہیں ہاں ہیں
تعقید سے واقف نہ تنافر سے ہیں آگاہ — نو حرف ہی قافیہ کے ورد زباں ہیں
کرتے ہیں کبھی ذکر وہ ایطائے خفی کا — ایطائے جلی سے کبھی پھر حرف زناں ہیں

اوّل تو ہی کیا شعر میں ان باتوں سے حاصل
بالفرض جو کچھ ہو بھی تو یہ سب پہ عیاں ہیں
حاصل ہے زمانہ میں جنھیں نظمِ طبیعی
نظم اُن کی کے اشعار بہ آبِ رواں ہیں جلد ۳
پرواہ انھیں کب ہے ردیف و روی کی
کب قافیہ کی قید میں آتش نفساں ہیں
مجھ کو تو عروض آتی ہے نہ قافیہ چنداں
اک شعر سے گرویدہ مرے پیر و جواں ہیں

مصحفی

۱۰۔ رموزِ عشق

عشق کا مرتبہ ہے بسکہ بسیط
کب قیاس و خرد اسپر ہوں محیط
جس نے کچھ بھی اسے پہچانا ہے
وہ سڑی خبطی ہے دیوانہ ہے
بے زباں محرمِ اسرار اس کے
سب سے آزاد گرفتار اس کے
وجہ وارستگی ہے بند اس کا
سبب قطع ہے پیوند اس کا
عشق میں جیتے وہی جو ہارے
عشق اُٹھا وے ہی تعین سارے
جس نے چکھا ہی نہ وہ کیا جانے
چکھنے والا مزا اس کا جانے

عشق اِک لذّتِ روحانی ہے
عشق کیفیتِ وجدانی ہے

جلد ۳

راسخ عظیم آبادی

۱۱- کارنامۂ عشق

گذرا ہے نظر سے یہ سراسر — اس نسخۂ نُہ ورق کے اندر
تیری ہی کہانیاں رقم ہیں — تیرے ہی فسانے یک قلم ہیں
قصّہ ہے بہت دراز تیرا — سمجھا نہیں کوئی راز تیرا
ٹوٹا ہوا دل ہے تخت تیرا — وارفتہ ہوں میں تو بخت میں
وارفتۂ کفر تجھ سے دیندار — تسبیحیں بنائیں تو نے زنّار
سجادوں سے خلوتی اُٹھائے — صحرا میں برہنہ پا پھرائے
تیرے ہی ہنر سے لے ہنرمند — نالوں کو کیا اثر سے پیوند
محرم ترے برملا کہیں ہیں — تیرے ہی تئیں خدا کہیں ہیں
عالم ہے تجھی سے آشکارا — تیرا ہی ہے یہ ظہور سارا
افلاک و عناصر و موالید — نجم و مہ و ابر و باد و خورشید

ہے اُن کی نمود کا سبب تو　ہے اُن کے وجود کا سبب تو
وابستہ ہی کائنات تجھ سے　روئیدگیِ نبات تجھ سے
تو نور ہے ارض کا سما کا
ہے جاذبہ تو ہی کہربا کا

جلد ۲

راسخ عظیم آبادی

۱۴- کارنامۂ عشق

عشق آفات آسمانی ہے　برسوں لوگوں نے خاک چھانی ہی
رنگ چہرے کا زرد اسی سے ہی　دل ہیں جن کے ہی درد اسی سے ہی
دل ہیں داغوں سے خانہ باغ کئے　گھر کے گھر اس نے بے چراغ کئے
سیکڑوں جی سے کھو دئے اس نے　لاکھوں بیڑے ڈبو دئے اس نے
سو گریبانِ صبر پھٹتے ہیں　دن اسی کے پہاڑ کٹتے ہیں
طوق زنجیر اس کا گہنا ہے　میاں مجنوں نے جس کو پہنا ہی
گو کہ گزری نہیں یہ سنتے ہیں　اس کے دیوانے تنکے چنتے ہیں
یہ کرشمے انھیں کے سارے ہیں　کیسے کیسے جوان مارے ہیں

پاسِ ناموس اس میں جاتا ہے آفت آتی ہے جس پہ آتا ہے
رات کٹنی محال ہوتی ہے زندگی تک وبال ہوتی ہے
جگر و دل کا خون ہوتا ہے رفتہ رفتہ جنون ہوتا ہے
پہلے راتوں کو نیند جاتی ہے
آخرِ کار موت آتی ہے

میرزا شوق

۱۴۔ جنونِ عشق

گئے اس پہ جب دن کئی اور بھی بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی
دوانی سی ہر طرف پھرنے لگی درختوں پہ جا جا کے گرنے لگی
ٹھہرنے لگا جان میں اضطراب لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب
تپِ ہجر گھر دل میں کرنے لگی دُرِ اشک سے چشم بھرنے لگی
خفا زندگانی سے ہونے لگی بہانے سے جا جا کے سونے لگی
تپِ غم کی شدت سے وہ کانپ کانپ اکیلی لگی رونے مُنہ ڈھانپ ڈھانپ
نہ اگلا سا ہنسنا نہ وہ بولنا نہ کھانا نہ پینا نہ لب کھولنا

جہاں بیٹھنا پھر نہ اُٹھنا اسے محبت میں دن رات گھٹنا اسے
کہا گر کسی نے کہ بی بی چلو تو اُٹھنا اسے کہہ کے ہاں جی چلو
جو پوچھا کسی نے کہ کیا حال ہے تو کہنا یہی ہے جو احوال ہے
کسی نے جو کچھ بات کی بات کی یہ دن کی جو پوچھی کہی رات کی
کہا گر کسی نے کہ کچھ کھائیے کہا خیر بہتر ہے منگوائیے
کسی نے کہا سیر کیجے ذرا کہا سیر سے دل ہے میرا بھرا
جو پانی پلانا تو پینا اسے غرض غیر کے ہاتھ جینا اسے
نہ کھانے کی سدھ اور نہ پینے کا ہوش بھرا دل میں اس کے محبت کا جوش
چمن پر نہ مائل نہ گل پر نظر وہی سامنے صورت آٹھوں پہر

نہفتہ اسی سے سوال و جواب
سدا روبرو اس کے غم کی کتاب

میر حسن

۱۴۔ رخصت

وہ رخصت جو اس طرح ہونے لگی تو وہ صاحبِ خانہ رونے لگی

وہ رو رو کے دوا برِ غم یوں ملے ۔۔۔ کہ جس طرح ساون سے بھادوں ملے

یہاں تک بندھا ان کے رونے کا تار ۔۔۔ بہے پھوٹ دیوار و در ایک بار

نہ دیکھا کسی نے جو کچھ اختیار ۔۔۔ کہا حق کو سونپا تجھے لے سدھار

چلی جس طرح بیٹھ اپنی دکھا ۔۔۔ اسی طرح دکھلا ہمیں منہ پھرا

کسی نے کہا بھولیومت مجھے ۔۔۔ خدا کے تئیں میں نے سونپا تجھے

کہا اس نے خیر اب تجھے جاتی ہوں میں ۔۔۔ جو ملتا ہی تو اسکو لاتی ہوں میں

تمھیں بھی خدا کو میں سونپا سنا

مرا بخشیو تم کہا اور سنا

میر حسن

۱۵۔ رخصت

(شیریں آزاد ہو کر رخصت ہو رہی ہے)

گہوارے سے شیریں نے تب اکبر کو اٹھایا ۔۔۔ آنکھوں سے بہت ننھے سے تلوؤں کو لگایا

پھر جھولے کے اندر یہ دعا دے کے لٹایا ۔۔۔ اللہ نبی کا مرے شہزادے پہ سایا

دنیا کا تجھے سب حشم و جاہ ہو اکبر
اور سونے کے سہرے سے ترا بیاہ ہو اکبر

جلد ۳

دبیر

۱۶۔ اضطراب رخصت

تھا یہی ذکر جو بجا گھڑیال
سنتے ہی اس کے ہوگئی بے حال

ہوگیا فرطِ غم سے چہرہ زرد
دست و پا تھرتھرا کے ہوگئے سرد

مُردنی رُخ پہ چھا گئی اس کے
دل میں وحشت سما گئی اس کے

دل میں گزرا جو اس کے صبح کا شک
ہوئی اُستادہ جا کے زیرِ فلک

ٹھنڈی جس دم چلی نسیمِ سحر
ہوگیا حال اور بھی ابتر

اتنے میں صبح کی بجی وردی
دُونی چہرہ کی ہوگئی زردی

ہوئے ثابت جو صبح کے آثار
ہوگئی اس کی اور حالت زار

بید کی طرح جسم تھرایا
سر سے لے پاؤں تک غش آیا

باتیں کرتی جو تھی سو بھول گئی
دم لگا چڑھنے سانس پھول گئی

بولی گھبرا کے رہیو اس کی گواہ
اور کہا لا الٰہ الا اللہ

جلد۳

مرزا شوق

۱۷۔ جدائی

یاد آنے لگا وہ جانِ جہاں ۔ گھڑیوں پڑھنے لگا مرا خفقاں
سختیاں ہجر کی نظر آئیں ۔ خالی گھر دیکھا آنکھیں بھر آئیں
دل جو غم سے اُداس ہونے لگا ۔ اختلالِ حواس ہونے لگا
شمع ساں جل گیا کبھی خاموش ۔ روتے روتے کبھی ہوا بیہوش
کبھی دیوانہ وار بکتا تھا ۔ کبھی کچھ منہ سے کہہ نہ سکتا تھا
ہوئی فرقت سے میری یہ حالت ۔ نہ وہ رنگت رہی نہ وہ صورت
راحت و عیش سب محال ہوا ۔ دو ہی دن میں عجیب حال ہوا
ہوگئی دل کی ایسی حالتِ زار ۔ جیسے برسوں کا ہو کوئی بیمار
نالہ رُک رک کے لب پہ آنے لگا ۔ ضعف سے جسم تھرتھرانے لگا
رنجِ فرقت سے غیر حال ہوا ۔ لینا کروٹ تلک محال ہوا

چین دن کو نہ رات کو آرام — یاد میں اس کی صبح سے تا شام
غم سے سینہ پہ مار بیٹھا ہاتھ — اشک بھر لانا بات بات کے ساتھ — جلد ۳

دوست جو آتے تھے عیادت کو
روتے تھے دیکھ دیکھ صورت کو

مرزا شوق

۱۸ - گُل بکاؤلی

گلچیں نے وہ پھول جب اُڑایا — اور غنچۂ صبح کھلکھلایا
وہ سبزۂ باغ خواب آرام — یعنی وہ بکاؤلی گُل اندام
جاگی مرغِ سحر کے غل سے — اُٹھی نکہت سی فرشِ گُل سے
مُنہ دھونے جو آنکھ ملتی آئی — پُر آب وہ چشمِ حوض پائی
دیکھا تو وہ گُل ہوا ہوا ہے — کچھ اور ہی گُل کھلا ہوا ہے
گھبرائی کہ ہیں! کدھر گیا گُل — جھنجھلائی کہ کون دے گیا جُل
ہے ہے مرا پھول لے گیا کون — ہے ہے مجھے خار دے گیا کون
ہاتھ اس پہ اگر پڑا نہیں ہے — بُو ہو کے تو گُل اُڑا نہیں ہے

اپنوں میں سے پھول لے گیا کون ۔۔۔ بیگانہ تھا سبزہ کے سوا کون

شبنم کے سوا چرانے والا ۔۔۔ اوپر کا تھا کون آنے والا

جس کف میں وہ گل ہو داغ ہو جائے ۔۔۔ جس گھر میں ہو گل چراغ ہو جائے

آنکھوں سے عزیز گل مرا تھا ۔۔۔ پتلی وہی چشمِ حوض کا تھا

گلچیں کا جو ہائے ہاتھ ٹوٹا ۔۔۔ غنچے کے بھی منہ سے کچھ نہ پھوٹا

او خار پڑا نہ تیرا چنگل ۔۔۔ مشکیں کس لیں نہ تو نے سنبل

او بادِ صبا ہوا نہ بتلا ۔۔۔ خوشبو ہی سنگھا پتا نہ بتلا

بلبل تو چہک اگر خبر ہے ۔۔۔ گل تو ہی مہک سنگھا کدھر ہے

لرزاں تھی زبس یہ دیکھ کہرام ۔۔۔ تھی سبزہ سی راست مو براندام

جو نخل تھا سوچ میں کھڑا تھا ۔۔۔ جو برگ تھا ہاتھ مل رہا تھا

رنگ اس کا غرض لگا بدلنے ۔۔۔ گل برگ سے کف لگی وہ ملنے

گل کا سا لہو بھرا گریباں ۔۔۔ سبزہ کا سا تار تار داماں

دکھلا کے کہا سمن پری کو ۔۔۔ اب چین کہاں بکاؤلی کو

تھی بسکہ غبار سے بھری وہ ۔۔۔ آندھی سی اٹھی ہوا ہوئی وہ

ہر باغ میں پھولتی پھری وہ ۔۔۔ ہر شاخ میں جھولتی پھری وہ

جس تخت میں مثلِ بادجاتی　　اس رنگ کے گل کی بو نہ پاتی

جلد۲

بے وقت کسی کو کچھ ملا ہی
پتّا کہیں حکم بن ہلا ہی

تسلیم

۱۹ - یادِ یار

لگا تھا زبس عشق کا اس کو تیر　　لگی کھینچنے آہ بدرِ منیر

بندھا اس کو عاشق کا اپنے خیال　　لگی رونے آنکھوں پہ دھر کر رومال

کہیں کا کہیں لے اُڑا اس کو راگ　　ہوا سے ہوئی اور گلزار آگ

لگی کہنے ہی ہی میں دیکھوں یہ سیر　　نہو پاس میرے وہ یادش بخیر

وہی جانے ہو جس کی کچھ دل کو لاگ　　کہ معشوق بن سب ہی گلزار آگ

جگر میں اگر آہ کی سول ہو　　لگے خار کیسا ہی گو پھول ہو

درختوں کے عالم سی کیا ہو نہال　　جسے یادِ شمشاد کی ہو کمال

کرے گلشن گل پہ کیا وہ نظر　　جسے اپنے گل کی نہ ہووے خبر

یہ کہکر اُٹھی واں سے وہ دل رُبا　　چھپر کھٹ میں جا کر گری منہ چھپا

خوشی کا جو عالم تھا ماتم ہوا　　　ورق کا ورق ہی وہ برہم ہوا

سب اُٹھتے ہی بس اس کھجانی رہیں
طوائف کہیں اور خواصیں کہیں

جلد ۳

میر حسن

۲۰ - ماتم ہجر

کروں حالِ ہجراں زدوں کا رقم　　　کہ گزرا جدائی سے کیا ان پہ غم

کھلی آنکھ جو ایک کی واں کہیں　　　تو دیکھا کہ وہ شاہزادہ نہیں

نہ ہے وہ پلنگ اور نہ وہ ماہرو　　　نہ وہ گل ہے اس جا نہ واس کی بو

رہے دیکھ یہ حال حیران کار　　　کہ یہ کیا ہوا ہائے پروردگار

کوئی دیکھ یہ حال رونے لگی　　　کوئی غم سے جی اپنا کھونے لگی

کوئی بلبلائی سی پھرنے لگی　　　کوئی ضعف کھا کھا کے گرنے لگی

کوئی سر پہ رکھ ہاتھ دلگیر ہو　　　گئی بیٹھ ماتم کی تصویر ہو

کوئی رکھ کے زیرِ زنخداں چھڑی　　　رہی نرگس آسا کھڑی کی کھڑی

رہی کوئی انگلی کو دانتوں میں داب　　　کسی نے کہا گھر ہوا یہ خراب

کسی نے دیئے کھول سنبل سے بال
طمانچوں سے جوں گل کیئے سرخ گال

سنی شہ نے القصہ جب یہ خبر ۔۔۔ گرا خاک پہ کہہ کے ہائے پسر
کلیجہ پکڑ ہاں تو بس رہ گئی ۔۔۔ کلی کی طرح سے بکس رہ گئی
ہوا گم وہ یوسف پڑی یہ جو دھوم ۔۔۔ کیا خانہ وہاں محل نے ہجوم
کہا شہ نے واں کا مجھے دو پتا ۔۔۔ عزیز و جہاں ہے وہ یوسف گیا
گئیں لے وہ شہ کو لب بام پر ۔۔۔ دکھایا کہ سوتا تھا یاں سیمبر
یہی تھی جگہ وہ جہاں سے گیا ۔۔۔ کہا ہائے بیٹا تو یاں سے گیا
مرے نوجواں میں کدھر جاؤں پھر ۔۔۔ نظر تو نے مجھ پر نہ کی بے نظیر
عجب بحر غم میں ڈبویا مجھے ۔۔۔ غرض جان سے تو نے کھویا مجھے

کروں اس قیامت کا کیا میں بیاں
ترقی میں ہر دم تھا شور و فغاں

میر حسن

جلد۲

۲۱- دَورِ غم

اسے شاہزادہ کا تھا حال یاد جو دیکھا تو یاں اس سے کچھ بڑھ کے پایا
نہ گھر کی وہ رونق نہ اس کا وہ حال گلوں سے لگا دل تلک پائمال
پڑے سارے بے داشت دیوار و در محل کو جو دیکھا تو ٹوٹا سا گھر
خواصیں جو تھیں پاس وہ نازنیں سو میلی کچیلی کہیں کی کہیں
نہ چوٹی گندھی اور نہ کنگھی درست جو چالاک تھی بن گئی وہ بھی سست
ہر اک اپنے عالم میں دیکھو تو زنگ اُڑا رنگ چہرے کا خجل تنگ
نہ آپس کی چہلیں نہ وہ چہچہے نہ گانا بجانا نہ وہ قہقہے

غم آلودہ ہر ایک زار و نزار نہ آرام جی کو نہ دل کو قرار
جو بیٹھیں تو رونا جو اُٹھیں تو غم غرض بیٹھتے اُٹھتے اُن پر ستم
چمن سارے ویران سی ہیں پڑے شجر گل کے اک جھاڑ سی ہیں کھڑے
جو خود ہے تو حیران و بیمار سی کہ جوں زرد شیشے کی ہو آرسی
نہ تاب و تواں اور نہ ہوش و حواس ضعیف و نحیف و پریشاں اُداس

یہ دیکھا اس کا احوال نجم النسا
جلی شمع کی طرح آنسو بہا

میر حسن

۲۲ خستہ حالیِ حُسن

ولیکن یہ خوبوں کا دیکھا سبھاؤ — کہ بگڑے سے دونا ہوا ان کا بناؤ
نہیں حُسن کی اس طرح بھی کمی — جو بگڑی ہے بیٹھی، تو گویا بنی
غرض بے ادائی ہی یاں کی ادا — بھلوں کو سبھی کچھ لگے ہے بھلا
جو ماتھے پہ چین جبیں غم سے ہی — تو وہ بھی ہی اک موج دریائی ہی
وہ آنکھیں جو روئی ہیں بس پھوٹ پھوٹ — تو گویا کہ موتی بھرے کوٹ کوٹ
تپِ غم سے یوں تمتماتے ہیں گال — کہ جو رنگ لالہ ہو وقتِ زوال
گریبان سینہ پہ جو ہی کھلا — تو گویا وہ ہے صبحِ عشرت فزا
نقاہت سے چہرہ اگر زرد ہے — دیا آہ ہونٹوں پہ کچھ سرد ہے

اداسے نہیں یہ بھی عالم جُدا
کہ ہے چاندنی اور ٹھنڈی ہوا

میر حسن

جلد۳

۲۴ شبِ فرقت

یہ شہزادہ جو اس طرح گم ہوا
تو سارے محل میں تلاطم ہوا

محل میں بپا ایسا ماتم رہا
کسی میں نہ باقی ذرا دم رہا

یہ نقشہ چمن کا مبدل ہوا
کہ گلزار جو تھا وہ جنگل ہوا

وہ آتشکدہ سب چمن گل کا تھا
صدا سوز کی نالہ بلبل کا تھا

شجر جتنے تھے صورتِ غم تھے سب
جو تھے سرو وہ نخلِ ماتم تھے سب

صبا نے چمن میں اڑائی تھی خاک
دل ملکہ تھا مثل گل چاک چاک

ہوا دن تو رونے میں اس کا بسر
قیامت مگر رات آئی نظر

نہ پہلو میں پایا جو اس یار کو
ہوا صدمہ اک جانِ بیمار کو

ذرا یاد بھولی نہ اس ماہ کی
جو کروٹ بھی لی دل سے اک آہ کی

نظر آگیا چاندنی میں جو باغ
ہوا تازہ اس غم سے اک دل پہ داغ

ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی جو چلنے لگی
یہ فرقت کی آتش سے جلنے لگی

سحر تک دل اس کا بھٹکتا رہا
کہ پہلو میں کانٹا کھٹکتا رہا

تصور جو تھا اس گل اندام کا
کوئی پہلو نکلا نہ آرام کا

تڑپتی تھی یہ رنج جاتا نہ تھا کسی طرح آرام آتا نہ تھا
مصاحب جو تھی اس کی دُختِ وزیر اسے دیکھ کر درد و غم کی اسیر
یہ نقلیں بیان کرتی تھی بر محل مگر اس کے دل کو نہ پڑتی تھی کل
خدا کھودے بنیاد اس چاہ کی جدھر پھر گیا منہ اُدھر آہ کی
کبھی ہوگئے دونوں رُخسار زرد کبھی ہوگئے دست و پا دونوں سرد
کبھی رنگ رُخ کے بدلنے لگے کبھی شعلے منہ سے نکلنے لگے
کبھی ضبط وہ چاہ کرنے لگی کبھی چیخ کر آہ بھرنے لگی
نہ نیند آئی ہرگز سحر ہوگئی یہ شب اس کے غم میں بسر ہوگئی
اُڑے آشیانوں سے اپنے پرند ہوئی بانگ اللہ اکبر بلند
ہوا پھر تو یہ شاہزادی کا حال کہ گھٹ کر ہو جوں ماہِ کامل ہلال
تلاطم میں بھر شب طبیعت رہی نہ رنگت رہی وہ نہ صورت رہی
بہت آگیا فرق اوقات میں وہ کھسیانا ہو جانا ہر بات میں
وہ گرمی سے رُخ تمتمایا ہوا وہ رونے سے منہ بھر بھرایا ہوا
وہ سوجے ہوئے پپوٹے وار گال وہ آنکھوں میں ڈورے پڑے لال لال

غرض کیا بیاں ہو کہ جو حال تھا
جو دیکھے وہ رو دے یہ احوال تھا

جلد ۲

مرزا شوق

جلد۲

۲۴- آزارِ ہجر

جب سی تم کو لے گیا ہی یہ فلک ظلم کہیں جی ترستا ہی کہیں اور چشم ہی پر نم کہیں
ہم پہ جو گذرا ہی وہ گزرا کسی پر کم کہیں نے تسلّی ہی نہ دل کو چین ہی اک دم کہیں

چھوٹ جائیں غم کے ہاتھوں سی جو نکلی دم کہیں
خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں

ہر گھڑی آنسو بہانا دیدۂ خونبار سے رات دن سر کو پٹکنا ہر در و دیوار سے
آہ و نالہ کھینچنا ہر دم دلِ بیمار سے ہی بُرا احوال اب تو ہجر کے آزار سے

چھوٹ جائیں غم کے ہاتھوں سی جو نکلی دم کہیں
خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں

نے کسی سی مہر الفت نے کسی سی پیار ہے نے کوئی اپنا رفیق اور نے کوئی غمخوار ہے
دل ادھر سینے میں تڑپے جی اُدھر بیمار ہے کیا کہیں اب تو بہت مٹّی ہماری خوار ہے

چھوٹ جائیں غم کے ہاتھوں سی جو نکلی دم کہیں
خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں

گھر میں جی بہلے نہ باہر انجمن میں دل لگے — نے خوش آوے سیر نے سیرِ چمن میں دل لگے

نے پہاڑوں میں نہ صحرا میں نہ بن میں دل لگے — اب تو تم بن نے گلستاں نے چمن میں دل لگے جلد۲

چھوٹ جائیں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں
خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں

پر نہیں اُڑ کر تمہارے پاس جو آجائیے — جی ہی جی میں کب تلک خونِ جگر کو کھائیے

چشمِ تر اور داغ سینے کے کسے دکھلائیے — دل سمجھتا ہی نہیں کیونکر اسے سمجھائیے

چھوٹ جائیں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں
خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں

نظیر

۲۵- انتظارِ یار

بٹھا کر وہاں آیا ملکہ کے پاس — تو دیکھا کہ بیٹھی ہے وہ بدحواس

خوشی ہے نہ راحت نہ عیش و طرب — خواصیں بھی میلی کچیلی ہیں سب

کہیں ہے جو مسند تو تکیہ کہیں — کہیں فرش تک بھی بچھایا نہیں

دروں میں اک جا ہیں جالے لگے — چھتوں میں ابابیل کے گھونسلے

نہ بلبل نہ قمری نہ وہ سرو و گل　　نہ زاغ و زغن کا خیاباں میں غل

جلد۲

نہ وہ آبپاشی نہ ٹھنڈی زمیں　　ہر اک بے قرینے کہیں کا کہیں

نظر جب کہ ملکہ کی اس پر پڑی

تو فرطِ خوشی سے ہوئی اُٹھ کھڑی

مرزا شوق

۲۶- انتظارِ یار

آتشِ عشق جی جلاتی ہے　　یہ بلا جان ہی پہ آتی ہے

تو ہے اور سیرِ باغ ہی ہر وقت　　داغ ہیں اور میری چھاتی ہے

شام بھی ہو چکی کہیں اب تو　　آشتابی کہ رات جاتی ہے

ٹک خبر لے کہ ہر گھڑی ہم کو　　اب جدائی بہت ستاتی ہے

کچھ مناسب نہیں ہے کیا کہیے

جی میں جو کچھ کہ اپنے آتی ہے

درد

جلد ۳

۲۷۔ تغافل

دلِ نالاں کو یاد کر کے صبا　　اتنا کہنا جہاں وہ قاتل ہو
نیم بسمل کوئی کسو کو چھوڑ　　اس طرح بیٹھتا ہے غافل ہو

درد

۲۸۔ پیامِ یار

یہی پیغام درد کا کہنا　　گر صبا کوئے یار میں گزرے
کون سی رات آن ملیے گا　　دن بہت انتظار میں گزرے

درد

۲۹۔ انتظار و اضطراب

(شیریں حضرت امام حسین علیہ السلام کے انتظار میں بے چین ہے)

شیریں کو عجب الفتِ سلطانِ امم تھی　　ہر دم شہِ والا کی وہ مشتاقِ قدم تھی
آنکھ اس کی سوئے صورتِ بانوئے عجم تھی　　پتلی صفتِ قبلہ نما سوئے حرم تھی

غش کرتی تھی اُشترِ امامِ دوجہاںؑ
اس کی نہ خبر تھی کہ سر آئے گا سناںؑ

ڈیوڑھی پہ سدا نور کے تڑکے لے آنا　　اور شام کو دروازے سے روتے ہوئے جانا
گہ صبح سے مولیٰ کے لئے فرش بچھانا　　اور شام کے نزدیک بصد یاس اُٹھانا
شہ کے لئے تیار کبھی کرتی غذا کو
مولا جو نہ آتے تو کھلا دیتی گدا کو

تقدیر وہاں در بدر آفت کو پھراتی　　شیریں یہاں پر کبھی آتی کبھی جاتی
گھبرا کے کبھی کوہ کے نیچے اُتر آتی　　رہ گیروں کو جا جا کے سرِ راہ ستاتی
دنیا میں ہیں ہوں ور نہیں دنیا کی خبر ہے
لوگو تمہیں کچھ دلبرِ زہرا کی خبر ہے

پائی جو نہ اس نے خبرِ سبطِ پیمبر　　ذی الحج سے ہوئی تارکِ لذّات وہ مضطر
پھر پی لیا کچھ کھا لیا جو آیا میسر　　سونے کے لئے فرشِ زمیں دونوں برابر
اندیشوں نے یہ حال کو تبدیل کیا تھا
پوشاک بدلنا بھی غرض چھوڑ دیا تھا

ہمسائیاں کہتی تمہیں بنایا ہے یہ کیا حال　　پوشاک جو میلی ہے تو اُلجھے ہوئے ہیں بال

وہ کہتی تھی نیرنگ نظر آتا ہے امسال دریافت مجھی کو نہیں ہوتا مرا احوال

پوشاک کی کچھ مجھکو خبر ہے نہ ردا کی
اللہ بس اب خیر کرے آلِ عبا کی

دبیر

۳۰۔ جذبِ عشق

خوشا تاثیر جذبِ عشق کامل سراپا ہے اثر جس سے ہر اک دل

کیا ہے دل نے آئینہ کو حیراں دیا ذرّہ کو دل نے شوق طیراں

کرے عاشق کا یہ ظالم اگر کام نہ دے معشوق کو بھی ہرگز آرام

فسوں سازی پہ اپنی جب کبھو آئے جنازہ پر نہیں تو گور پر لائے

اسی صورت سے اس کا فرکے ہیں ڈول چنانچہ ہے اسی راوی کا یہ قول

کہ جب وہ نازنیں تکیہ میں آئی جگہ درویش کی اک گور پائی

کیا صدا آشناک نے جوش پہ غیرت اس کو کہتی تھی کہ خاموش

چھپے دل سے ہزاروں نالے تا لب و لے دل جانتا تھا اس کو یا لب

ہزاروں گریہ کے اٹھتے تھے طوفاں نہ تھا اک رشحہ لیکن زیب مژگاں

غمِ دل کا کرے تھی سو طرح ضبط | پہ ضبط و عشق سے غافل ہے کچھ ربط
شرارِ غم نے کی آخر شرارت | بدن میں یک بیک آئی حرارت
گری بے طاقتی سے واں یہ غمناک | طرح پانی کی لرزی ہر طرف خاک
پکڑتے تھے اسے ہر چند احباب | پہ نکلی جاتی تھی ہاتھوں سے جوں آب
اسی صورت سی یہ غلطاں تھی کچھ دور | کہ جذبِ عشق نے ٹکڑے کی وہ گور
اُٹھا وہ دودِ دل اس جا کہ کچھ ایسا | نظر آتا جسے کہتے ہیں کیسا
نجانا پھر کہ واں کا حال کیسا تھا | یہی وہ گور تھی یا اژدہا تھا
کہ جن نے بے تامل ایک دم میں | لیا اُس نازپرور کو شکم میں

ہوئی جوں آب پنہاں یہ تہِ خاک
رہے باہر وہ سارے مثلِ خاشاک

قائمؔ

۳۱۔ لیلیٰ مجنوں کا بچپن

یہ چاہتا تھا اس کو اسے وہ لُبھاتی تھی | چاہت جو یہ جتاتا تھا وہ بھی جتاتی تھی
سنمکھ نگہ سے نہ ہرگز لڑاتی تھی | پہ نیچی نیچی نظروں سے کچھ مسکراتی تھی

ظاہر میں تو ہر اک سے وہ چاہت چھپاتی تھی — لیکن وہ دل ہی دل میں محبت بڑھاتی تھی
مکتب سے جب وہ نازنیں تک گھر کو جاتی تھی — مجنوں کے دل پہ تب تو قیامت سی آتی تھی

ہوتا ہجوم جی میں جو تھا اضطراب کا
اک اک ورق بکھرتا تھا دل کی کتاب کا

جاتی تھی جب وہ گھر میں تو اس کا بھی تھا یہ حال — مکتب میں جلد جانے کا تھا دم بدم خیال
ہوتی تھیں چپکے رونے سے آنکھیں جب اس کی لال — جو پوچھتا تھا اس سے کوئی موجب ملال
کہتی تھی آنکھ میں جو پلک کا گیا ہے بال — ہوتا ہے اس سبب سے ہی اشکوں کا اتصال
مجنوں سے ملنے کا جو اسے شوق تھا کمال — اک دم کے دور رہنے میں ہوتا تھا جی نڈھال

جاتی تھی جلد پھر اسی عنوان آتی تھی
مجنوں کے تن میں دیکھ کے پھر جان آتی تھی

کتنے دنوں تو زور رہی ہمرازیاں ہوئیں — الفت کی تازہ تازہ تراندازیاں ہوئیں
چاہت کی ہر کسی سے نہاں سازیاں ہوئیں — ہرگز نہ اتہام نہ غمازیاں ہوئیں
نہ افترا ہوا نہ دراندازیاں ہوئیں — شوقِ دروں کی آئینہ پردازیاں ہوئیں
چھپ چھپ کے ہمدگر کی نظر بازیاں ہوئیں — یکتا دلی میں طبع کی انبازیاں ہوئیں

مکتب کے بیچ گل کی طرح سے کھلے رہے
نازو نیاز کیا ہی کھلے اور ملے رہے

جلد ۲

نظیر

۳۲- لیلیٰ مجنوں کا مکتب

چھٹی جو ملتی اور تو سب لڑکے لڑکیاں — ہنستے اُچھلتے کودتے کرتے تھے بازیاں
لیلیٰ کے آنسو ہوتے تھے رخسار پر رواں — کہتی تھی "ہو جو رات کی جلدی سحر عیاں
تو جاکے دیکھوں مجنوں کو مکتب کے درمیاں" — مجنوں بھی ہر بہانے سے تا شام اس کے ہاں
جاتا تھا دیکھنے اسے رہ رہ کے دوستاں — جب ہوتی رات گھر میں پھر آتا تھا نیم جاں

لیلیٰ کی یاد دل کو جو ہر دم ستاتی تھی
آنکھوں میں نیند اس کے سحر تک نہ آتی تھی

ہوتی تھی جب سحر تو وہ مکتب میں آتا تھا — لیلیٰ کو پہلے آنے سے اپنے وہ پاتا تھا
اس غنچہ لب کی منہ سے جو وہ منہ ملاتا تھا — گل کی طرح سے دل میں پھولا سماتا تھا
ملنے کا اشتیاق ہر اک دم ستاتا تھا — دل کی طلب کو اپنی نگہ سے جتاتا تھا
جب جب کہ شوق لیلیٰ کے لب پر آتا تھا — اس نازنیں کی چاہ پہ قربان جاتا تھا

جلد۲

کہتا تھا "میں غلام ترا بے تمیز ہوں"
کہتی تھی وہ بھی ہنس کے "میں تیری کنیز ہوں"

پھر گھر میں اپنے جاتی جو محبوب دل ربا — مجنوں جو کچھ صنم سے نشانی تھا مانگتا
دیتی وہ کچھ تو مجنوں سے کہتی تھی "تو بھی لا" — مجنوں بھی دیتا اس کو تو لے کر وہ مہ لقا
چومے تھی اس نشانی کو سب سے چھپا چھپا — مجنوں بھی ہر گھڑی اسے آنکھوں پہ رکھتا تھا
رہتے تمام رات اسی دھن میں مبتلا — اس میں وہ صبح جب انھیں دیتی تھی منہ دکھا
مکتب میں پھر تو آنے کی تشدید ہوتی تھی
دونوں کو وہ سحر سحر عید ہوتی تھی

جب تک یہ خرد سال تھی چاہت نہاں رہی — سیانے ہوئے تو تاڑنے والوں پہ کچھ کھلی
لوگوں میں چرچے ہونے لگے اس کی ہر گھڑی — چاہت کی گل کی بو نہ رہی آخرش چھپی
جانا کسی کسی نے - ملامت کسی نے کی — پھر تو وہ پھیلی ایسی کہ پہونچی گلی گلی
کچھ بن سکا نہ جب تو ہوئی ان کو بے بسی — چھٹ پن کی تھی جو چاہ تو ہرگز نہ چھٹ سکی
آساں نہیں ہے رشتۂ الفت کو توڑنا
مشکل ہے بالے پن کی محبت کو چھوڑنا

پہنچی یہ بات خانۂ لیلےٰ میں جس گھڑی — ماں باپ کے دلوں میں پڑی غم کی گٹھڑی

لیلیٰ جب اُن کے روبرو آکر ہوئی کھڑی　　دونوں کی طبع کثرتِ تنبیہ پر اَڑی

جلد اِک چھڑکیاں ہیں باپ نے کچھ ماں ہوئی کڑی　　ہیبت دکھائی اور تقید بھی کی بڑی

تدبیر اور اس کے سوا کچھ نہ بن پڑی　　مکتب سے اس کو منع کیا مار کر چھڑی

مجبور کر دیا وہیں فرحت کی ساتھ سے

تختی کتاب چھین لی لیلیٰ کے ہاتھ سے

نظیر

۳۳ - رموزِ محبت

دور دیکھا اسے پہ بس نہ چلا　　خوب اس دل نے بیقراری کی

میری اندازِ نگہ کو سمجھا　　جو وہ ہر بات میں شرمانے لگا

کہا اس نے تجھی میں تھا مرا جی　　بس اتنی بات میں خوش ہو گیا جی

ابتدائے عشق کی باتیں دلاتا ہوں جو یاد　　مسکرا کر وہ یہ کہتا ہے کہ کس کو یاد ہے

ہوں میں خفا نہ ہوتا ہر سبب ہے وہ مجھ سے خفا　　میں دیکھا دھیان سے آنکھوں میں پیار پاتی ہے

ہم تو لڑ بھڑ کے ایک ہو جاتے　　گو وہ تھا رات شان میں آیا

غصّہ آتا ہے پر یہی کہ ہوس
غیر کیوں درمیان میں آیا

جلد۳

ہوس

۳۴- نظر

اک نظر لڑتے ہی اظہار کیا کیا کیا کچھ
دو اشاروں میں ہوئے شوق وا کیا کیا کچھ

مرتا ہوں اس نگہ پہ جو ہو اس ادا کے ساتھ
پرسش میں ایک شوخی و شوخی حیا کے ساتھ

ممنون

۳۵- پیام عاشق

کیا کہوں تجھ بن جو میرا حال ہے
زندگی مجھکو ہوئی جنجال ہے

غم گُساروں سے لڑائی ہو گئی
صبر و طاقت سے جدائی ہو گئی

یا تصوّر میں ترے سوتا ہوں میں
یا کلیجہ تھام کر روتا ہوں میں

لطف کھانے کا نہ پانی کا مزا
مفت جاتا ہے جوانی کا مزا

دل سے گر اپنے بُھلاؤ گے مجھے
دیکھو پھر جیتا نہ پاؤ گے مجھے

اپنے عاشق کا اگر دو گے نہ ساتھ دن گذر جاویں گے رہجاویگی بات

جلد۳

یہ دعا میری ہے اے آرام جاں تو رہے جبتک رہے باقی جہاں

مجھکو غم ہو تجھکو ہرگز غم نہ ہو

زلف کھڑے پر ترے برہم نہ ہو

ھوس

۳۶۔ ایمائے الفت

ناز سے آ تجھے ادا کی قسم مہرباں ہو تجھے دیا کی قسم

میں وفادار ہوں وفا کی قسم خیرخواہ ہوں میں خدا کی قسم

مان اس صادق آشنا کی قسم

بوالہوس تجھ اوپر رکھیں ہیں نظر جب سے تجھ حسن کی سنے ہیں خبر

حرف میرا سُن اے پری پیکر کم نُمائی کو مدعا کر کر

مت کہیں جا تجھے حیا کی قسم

دل کو تجھ عشق سے ہی غمناکی لیکن اس سے نہیں اٹھی ہیں شاکی

کم ہی عالم میں عصمت و پاکی دیکھ تیری یہ شوخ بیباکی

خوف میں ہوں سوا رجا کی قسم

گر سخن فہم تجھکو پاؤں گا حال دل کا تجھے سناؤں گا
بندۂ بے درم کہاؤں گا یہ قدم چھوڑ کر نہ جاؤں گا
مجھکو ہی تیری خاکِ پا کی قسم

سب رقیباں ہیں کور دیدوں کے جان کر حرف ان پلیدوں کے
مت ہو فنسران میں یزیدوں کے لُطف سی آ طرف شہیدوں کے
تجھکو ہی شاہ کربلا کی قسم

ولی دکنی

۳۷- یار کی رخصت

جب وہ کہتا ہی کہ گھر جاتا ہوں سُن کے یہ بات میں مرجاتا ہوں
نجا پیارے کہ تیرے دیکھنے سی نہیں مطلق مرا اب تک بھرا جی
تجھے تو منع کر سکتے نہیں پر طرفہ حالت ہی ہوا جاتا ہی جانے سے ترے کچھ جی نڈھال اپنا
وہ جس گھڑی اُٹھ کے جانے لگا مجھے بیٹھے بیٹھے غش آنے لگا

ملے یار کس طرح کیا کیجئے ۔ پھر اس وقت دل تلملانے لگا

اس کے جانے سے ہوا ہی مضطرب ایسا ہوا ۔ ہجر بھی ہوتا ہی لیکن اتنا گھبراتے نہیں[جلد۳]

یارب کبھی عاشق کا یہ ارمان نکل جائے

جو آہ بھرے عشق میں اور جان نکل جائے

ھوس

۳۸- دل کی لگن

وہ اور ہیں اے شمع جو الفت میں ہیں نالاں ۔ روتے ہیں تری طرح رُلائے سے کسو کے

جوں کاغذ آتش زدہ ہم سیرِ تماشا ۔ ہنس ہنس کے جلے رات جلائے سے کسو کے

جوں نقش قدم خاک نشینانِ رہِ عشق ۔ تا حشر اُٹھیں گے نہ اُٹھائے سے کسو کے

اے ناصح بیہودہ نہ کر پند و نصیحت ۔ دل لگ کے بھی چھٹتا ہی چھڑائے سے کسو کے

گو ڈر سے ترے بزم میں ہم پی گئے آنسو ۔ پر رنگ چھپے گا نہ چھپائے سے کسو کے

یہ یاد رہے ہم تو ہیں بے چین پہ تو بھی ۔ آرام نہ پائے گا ستائے سے کسو کے

سو بار نصیر اس کے لئے کیجئے منت

گر کاش تمنے بھی وہ منائے سے کسو کے

نصیر

۳۹۔ ظرز تم ظریفی

جلد۳

اشارت میں جو کہیئے ایک حرفِ مدعا اس سے
تو کہتا ہی تجھے کیا مانعِ عرضِ زبانی ہے

اگر یہ سن کے وہ حرفِ تمنا لائیے لب پر
کہی ہی کس قدر تجھکو وہ مانع قصہ خوانی ہے

اگر چپ بیٹھیے ناچار تو یہ چھیڑ کی رکھی
کہ ایسی صورتِ دیوار سے دل پر گرانی ہے

اگر اٹھ جائیے جھنجھلا کے مجلس سے تو بلوا کر
برائے مصلحت دو چار دم تک مہربانی ہے

جو ہم بھی لگ چلے کچھ دیکھ اس لطف نمایاں کو
تو پھر ہنس ہنس کے غیروں سے کچھ ایمائی نہانی ہے

خدا کے واسطے اے ہمنشینو غور فرماؤ
سلوک اس کا ہو جب یہ کچھ بھی لطف زندگانی ہے

ممنون

۴۰۔ تم کو کیا

ناصحو جان مری کھاتے ہو کیوں بک بک کر
دل تو میرا تھا اسے میں نے دیا تم کو کیا

بعد مدت کے جو آئے بھی تو ہمراہ رقیب
حال دل کا مرے معلوم نہ تھا تم کو کیا

بس ہی مجھکو تو یہ اک گوشۂ تنہائی بھی
پر جُدا ہونے سے بتلاؤ ملا تم کو کیا

جلد۲

ھوس

۴۱۔ شکوہ

اب کے جو یہاں سے جائیں گے ہم — پھر تجھ کو نہ مُنہ دکھائیں گے ہم
مشکل ہے نہ آنا تجھ گلی میں — پر یہ بھی سہی نہ آئیں گے ہم
جو آگے کہا کیے ہیں تجھ سے — سو اب سکے وہ کر دکھائیں گے ہم
جینے ہی سے ہاتھ اُٹھائیں گے لیک — باتیں نہ تری اُٹھائیں گے ہم

اس پر بھی اگر ملیں گے تو خیر
قایم ہی نہ پھر کہائیں گے ہم

قایم

۴۲۔ جدائی

باد صبا یہ کہیو یاران رفتگان سے — لینا خبر ہماری بچھڑے ہیں کاروان سے

کیا کیا نہ رنج ہم پہ ترے بن گزر گئے　　اب جلد آ کہیں کہ بہت دن گزر گئے
رخصت کے وقت ہم نے ہوس آہ تو نہ کی　　صدمے ہماری جان پہ لیکن گزر گئے　جلد۳

کہیں کیا فراق میں یار کے بدن اپنا زار و نزار ہے
نہ تو ہوش ہے نہ حواس ہے نہ تو صبر ہے نہ قرار ہے

ھوس

۴۳ - ہجر

ہجر میں کس سے کہوں حال دل زار اپنا　　نہ تو مونس ہے کوئی اور نہ غمخوار اپنا
دن تصور میں کٹے رات تڑپتے گزرے　　کس طرح ہجر میں جینا نہ ہو دشوار اپنا
درد دوری سے اسے ایک دم آرام نہیں　　کیوں نہ دن رات کراہے دل بیمار اپنا
دو گھڑی بیٹھ کے رولیں گے جہاں جی لگ جائے　　نہ مکاں دشت ہے مسکن ہے نہ کہسار اپنا

شمع پروانہ پہ مصروف ہے گل بلبل پر
حسن ہر رنگ میں ڈھونڈے ہے خریدار اپنا

کہوں کیا جو گزرتی ہے مجھ پہ ہوس　　غم دل کی کسی کو خبر ہی نہیں
میرا ہجر میں جس کے یہ حال ہوا　　مرے حال پہ اس کو نظر ہی نہیں

نہ تو آتی ہے نیند کہ سو ہی رہوں نہ انیس ہے کوئی کہ بات کروں

جلد ۳

شبِ ہجر کی کس سے درازی کہوں

یہ وہ شب ہی کہ جس کی سحر ہی نہیں

شبِ ہجر میں دم واپسیں دل مضطرب کا یہ حال تھا کہ جو سانس ہونٹوں تک آ گئی تھی تو نکلنا اس کا محال تھا

مرا پہنچا آخری وقت جب مجھے دیکھنے کو وہ آئے تب

لگے کہنے اس کو یہ کیا ہوا کہ یہ کل تلک تو بحال تھا

ھوس

۶۸- افسردگی

یہ حسرت تھی عارض اسے صبح و شام ہوئے خواب و خورش کے اوپر حرام

نہ جامہ کی پروا نہ تن کے حواس مہینے گزرتے تھے بدلے لباس

ہر اک لحظہ سینہ سے آہ و فغاں چلے آتے تھے کارواں کارواں

کبھو نالۂ دل جگر تاب تھا کبھو اشک میں دل کا خونناب تھا

وہ دولت سرا جس میں صبح و شام رہے تھی کئی عید کی دھوم دھام

یہ اس سی گئی یک بیک خرمی کہے تو نہ تھا یہاں کبھو آدمی

نہ صحبت میں وہ انبساطِ قدیم   نہ مجلس میں وہ ترہات ندیم   جلد۳
نہ اندیشۂ مے نہ پروائے جام   نہ ہنگامۂ عیش و عشرت سے کام
پڑا تھا کہیں شیشۂ مخمور وش   کہیں ساغرِ مے تھا خمیازہ کش
لٹا باغ، گل پر پڑی غم کی اوس   گیا شورِ مرغِ چمن لاکھ کوس

کیا چرخ نے اور صورت سے دور
ہوا اور سے حالِ دوراں کچھ اور

قائم

۴۵۔ پراگندگیِ احباب

ہیں کیا کیا تھا ترا اے سپہرِ کج رفتار   کہ یہاں تلک تو ہوا میرے درپئے آزار
جو چند کس تھے موافق مری طبیعت کے   بہر نمط مجھے کٹتے تھے ان میں لیل و نہار
اگرچہ ہاتھ سے تیرے ہر ایک نالاں تھا   پہ دردِ دل کا تو کرتے تھے یکدگر اظہار
بہر طریق مرا وقت خوش گزرتا تھا   بھلے برے سے زمانہ کے کچھ نہ تھا سروکار
لے آیا واں سے مجھے اب تو اس مصیبت میں   کہ یاں نہ مونس و ہمدم نہ یار نے غمخوار

خوشا وہ عہد میں روتا ہوں یاد میں جس کی
زہے وہ وقت کہ جس کا ہے درمیاں تکرار

قائم

جلد۲

۴۶- افسردہ دلی

محفلِ عیش سے گر حظ ہو اُٹھانا اے دوست
ہم سے آزردہ دلوں کو نہ بُلانا ہرگز

وہ گئے دن جو چمن زار میں دل لگتا تھا
سچ ہے یکساں نہیں رہتا ہے زمانا ہرگز

ہمصفیرانِ چمن سب ہوئے گرمِ پرواز
اب خوش آتا نہیں گلزار میں جانا ہرگز

میں ہوں اِک مجمعِ احباب کا بچھڑا گلچیں
مجھکو گلدستۂ رنگیں نہ دکھانا ہرگز

رہی یارانِ گذشتہ کی کہانی باقی
یہ تو بھولا ہے نہ بھولے گا فسانا ہرگز

۹

۴۷- بے ثباتی

شادی و غم جہاں میں توام ہے
لیک غم ہے بہت خوشی کم ہے

کیا قافلہ یاران گزشتہ کا گیا دُور
نقشِ قدم پا ہے نہ آوازِ جرس ہے

صبا سے پوچھی جو یارانِ رفتگاں کی خبر
اُڑا دی خاک کہ دیکھو غبار باقی ہے

لیئے جاتا ہے کوئی مجھکو کہیں
نہیں معلوم کدھر جاتا ہوں

تو جو پڑا پھرتا ہے آج کہیں کل کہیں
اے دلِ خانہ خراب تجھکو بھی ہے کل کہیں

دنیا کی سیر کرنا وقفہ ہی کوئی دم کا
محمل کسے کھڑے ہیں تیار قافلے ہیں جلد ۲

نہ وہ لالہ نہ گُل نہ وہ سروِ رواں نہ وہ قمری و بلبلِ زمزمہ خواں
تجھے رحم کچھ آیا نہ بادِ خزاں جو مٹا دئے نقش و نگارِ چمن

ھوس

۴۸ عشق

عشق کے ہاتھ سے ہوئے دلریش
جگ میں کیا بادشاہ کیا درویش

جی مرا ہو رہا ہے زیر و زبر
جب سے تیرا فراق آیا پیش

جس کو قربت ہی عشق سے تیرے
اس کے نزدیک کب عزیز ہوں خویش

اے وَلی اُس کا زہر کیوں اُترے
جس نے کھایا ہے عاشقی کا نیش

ولی دکنی

جلد ۱۳

۴۹- حالِ دل

تابِ نظارہ نہیں آئینہ کیا دیکھنے دوں
اور بن جائیں گے تصویر جو حیراں ہونگے

ناصحا دل میں تو اتنا تو سمجھ اپنے کہ ہم
لاکھ ناداں ہوئے کیا تجھ سے بھی ناداں ہونگے

پھر بہار آئی وہی دشت نوردی ہوگی
پھر وہی پاؤں وہی خارِ مغیلاں ہونگے

ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس
ایک وہ ہیں کہ جنھیں چاہ کے ارماں ہونگے

ہم نکالیں گے سُن اے بادِ صبا بل تیرے
اُس کی زلفوں کے اگر بال پریشاں ہونگے

منتِ حضرتِ عیسٰی نہ اُٹھائیں گے کبھی
زندگی کے لئے شرمندۂ احساں ہونگے

عمر ساری تو کٹی عشقِ بتاں میں مومن
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہونگے

تو کہاں جائے گی کچھ اپنا ٹھکانا کر لے
ہم تو کل خوابِ عدم میں شبِ ہجراں ہونگے

مومن

۵۰- دلِ شکستہ

نہ چھیڑو ہمیں- دل دکھائے ہوئے ہیں
جدائی کے صدمے اُٹھائے ہوئے ہیں

جو اشک آنکھوں میں ڈبڈبائے ہوئے ہیں　کڑی چوٹ ہم دل پہ کھائے ہوئے ہیں

بلانے سے ہرگز نہیں آئیں گے وہ
دلا اُن کو ہم آزمائے ہوئے ہیں

صنم

۵۱۔ بیتابی دلِ بیکسی

ہائے یہ ظلم سہا کیوں کر جائے　میں جیوں اور مرا دل مر جائے
عمر برباد نہ جائے لے کاش　دل کی آئی مجھے آئے اے کاش
جاں ہمہ رنج و سراپا غم ہو　رنج سا رنج ہو غم سا غم ہے
دیکھتا ہوں عجب احوال اپنا　کیا کہوں کس سے کہوں حال اپنا
دردِ ہجراں سے سبھی کو ہو فراغ　بات پوچھے کوئی یہ کس کو دماغ
سب ہیں بے درد نہیں کس کا غم　غمزدوں کا ہے کسی کو کب غم
کون پوچھے ہے کسی کا احوال　جانتے ہم ہیں سبھی کا احوال
کوئی ناشاد ہو یا ہو ناکام　اپنے سب خوش ہیں کسی کو کیا کام
کوئی ہمدم ہے نہ دمساز مرا　کوئی محرم ہے نہ ہمراز مرا

کوئی اتنا نہیں جو حال سنے — متوجہ ہو کچھ احوال سنے

جلد۱۲

کوئی اتنا نہیں جو چارہ کرے — چارۂ مومنِ آوارہ کرے

چارہ گر ہو نہ سکے فکر تو ہو — وصلِ جاناں نہ سہی ذکر تو ہو

دل ہو مضطر تو نہ آرام لے وہ — میں جو تڑپوں تو ذرا تھام لے وہ

کچھ کرے بات ذرا بہلائے — جی کسی ڈھب سے مرا بہلائے

ہائے میں ڈھونڈ کے لاؤں کس کو — ماجرا اپنا سناؤں کس کو

کون میرا مگر اپنا ہوں میں — عاشقِ بیکس و تنہا ہوں میں

اس تکلم سے یہ مطلب ہے مرا — جو سُنے سمجھے وہ افسانہ مرا

گو کہیں ہو وہ کسی جا ہوئے — دل میں پر درد ذرا سا ہوئے

ہو یہ مجھ سا وہ نہ ہو دیوانہ — تا سنے سمجھے مرا افسانہ

اس کو پہنچا ہو جُدائی کا درد — تا وہ جانے کہ ہے اس میں کیا درد

ماجرائے غمِ حرماں سمجھے — سرگزشتِ شبِ ہجراں سمجھے

بات کچھ میری زبانی سُن لے — غور سے ساری کہانی سُن لے

سب مضامین و معانی سوچے — مطلب راز نہانی سوچے

نہ کہانی نہ یہ ہے افسانہ

داد و بیداد ہی منظور ہے نہ

جلد۲

مومن

۵۲۔ یادِ الفت

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جو لطف مجھ پہ تھا بیشتر وہ کرم کہ تھا مرے حال پر
مجھے یاد ہے وہ ذرا ذرا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ نئے گلے وہ شکایتیں وہ مزے مزے کی حکایتیں
وہ ہر ایک بات پہ روٹھنا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی ہم میں تم میں بھی چاہ تھی کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی
کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جسے آپ کہتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے با وفا
میں وہی ہوں مومنِ مبتلا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مومن

۵۳- محبّت کی چھیڑ چھاڑ

جلد۲

چھیڑنے کا تو مزہ تب ہی کہو اور سُنو — بات میں تم تو خفا ہو گئے لو اور سُنو

تم کہو گے جسے کچھ کیوں نہ کہے گا تم کو — چھوڑ دیویگا بھلا دیکھ تو لو اور سُنو

یہی انصاف ہی کچھ سوچو تو دل میں اپنے — تم تو اپنی کہو میری یک نہ سُنو اور سُنو

آپ ہی آپ مجھے چھیڑو رکو آپ ہی پھر

آپ ہی بات میں پھر روٹھ اُٹھو اور سُنو

انشا

۵۴- سرد مہری

گاہے گاہے کی ملاقات ہے یہ بھی نہ سہی

اور کیا اس کے سوا بات ہی یہ بھی نہ سہی

مُنہ دکھاتے ہو تم اک سال میں مثلِ عید

یہ بھی گر جا بے ج اوقات ہے یہ بھی نہ سہی

خط کا لکھنا بھی گرانی ہے تو وہ بھی نہ لکھو
روز کی حرف و حکایات ہے یہ بھی نہ سہی

نظرِ لطف کبھی حال پہ کرتے ہو مرے
اس میں گر قصدِ مساوات ہے یہ بھی نہ سہی

چھوڑ دی آپ نے جب بندہ نوازی صاحب
ایک ظاہر کی عنایات ہے یہ بھی نہ سہی

اور تو کیا ہے فقط ایک خوشی سے ملنا
یہی صابر کی کرامات ہے یہ بھی نہ سہی

صابر

۵۵۔ شکر رنجی

تمھارا دل اگر ہم سے پھرا ہی ۔۔۔ تو بہتر ہے ہمارا بھی خدا ہی
ہوئے ہو اِس قدر بیزار ہم سے ۔۔۔ کہو ہم نے تمھارا کیا کیا ہی
وہ احمق ہی کہا ہی جس نے تم سے ۔۔۔ ملو جس سے تمھارا دل ملا ہی

ہماری کچھ نہیں تقصیر لیکن
سبھی تم کو کہیں گے بے وفا ہائے

جلد۳

آبرو

۵۶۔ شبِ فراق

پلک ذرا نہ جھپکتی تھی دل دھڑکتا تھا
کسی کے وعدہ پہ حالت تھی یہ ہماری رات

پڑے تڑپتے تھے بستر پہ آہیں بھر بھر کے
جو یاد آتی تھی صورت پیاری پیاری رات

شبِ فراق کٹے کس طرح سے اے جرأت
یہ رات وہ ہے کہ کہتے ہیں جس کو بھاری رات

جرأت

۵۷۔ سوزِ فراق

مجھے اے دوست تیرا ہجر اب ایسا ستاتا ہے
کہ دشمن بھی مرے احوال پر آنسو بہاتا ہے

یہ بیتابی یہ بیخوابی یہ بے چینی دکھاتا ہے
نہ دل لگتا ہی گھر میں اور نہ صحرا مجھکو بھاتا ہے

جلد۳

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغزِ استخواں سوزد

کوک کروں تو جگ ہنسے اور چپکے لاگے گھاؤ
ایسو کٹھن سینہ کا کس بدھ کروں اُپاؤ

نہ تھا معلوم یہ الفت میں غم کھانا بھی ہوتا ہے
جگر کی بیکلی اور دل کا گھبرانا بھی ہوتا ہے
سسکنا آہ کرنا اشک بھر لانا بھی ہوتا ہے
تڑپنا لوٹنا بے تاب ہو جانا بھی ہوتا ہے

اگر دانستم از روزِ ازل داغِ جدائی را
نمیکردم بدل روشن چراغِ آشنائی را

جو میں ایسا جانتی پیت کئے دکھ ہوئے
نگر ڈھنڈھورا پھیرتی پیت نہ کیجو کوئے

نظیر

۵۸ فراقِ یوسف

یوسف کو عزیزوں نے چھڑایا جو پدر سے
فرقت ہوئی یعقوب کو اس رشکِ قمر سے

رنگِ رُخِ پُر نور اُڑا اور دو جگر سے دنیا ہوئی اندھیر چھپا چاند نظر سے
دل آب ہوا جاتا تھا فرزند کے غم میں
بیٹا تو کنوئیں میں تھا پدر چاہِ الم میں

تھا چشم کے چشموں سے رواں اشک کا سیلاب بریں دلِ مجروح طپیاں صورتِ سیماب
آرام کی صورت نہ کوئی زیست کا اسباب فرزند جب آنکھوں سے نہاں ہو تو کہاں خواب
بستر کو کبھی دیکھ کے دلبند کے روتے
تکیوں سے لپٹ کر کبھی فرزند کے روتے

پیراہنِ یوسف کبھی آنکھوں سے لگاتے کُرتے کی کبھی سونگھ کے بُو اشک بہاتے
رو رو کے یہ فرماتے جو کپڑے نظر آتے پوشاک یہ جس کی ہے اسے ہم نہیں پاتے
افسوس کہ وہ خلق سے بن باپ سدھارے
کپڑے تو دھرے رہ گئے اور آپ سدھارے

جاتے تھے عصا تھامے ہوئے شہر میں گھر گھر بیٹے سے ملاقات نہ ہوتی تھی میسّر
جو راہ میں ملتا تھا تو یہ کہتے تھے رو کر ملتا نہیں گم ہو گیا یوسف مرا دلبر
اب جان نکلتی ہے جلا دے مجھے کوئی
فرزند سے للّٰہ ملا دے مجھے کوئی

ہر بات پہ رو کر کفِ افسوس کو ملتے ہر گام پہ بسمل کی طرح گرتے سنبھلتے
اشک آنکھوں سے ہر مرتبہ رخساروں پہ ڈھلتے گہ ضعف سے گرتے کبھی اُٹھتے کبھی چلتے جلد۲

جب شہر میں پاتے تھے نہ اس رشکِ قمر کو
صحرا کی طرف ڈھونڈنے جاتے تھے پسر کو

سائے میں درختوں کے کبھی بیٹھ کے روتے اشکوں سے کبھی دشت کے دامن کو بھگوتے
صحرا کے پرندوں سے مخاطب کبھی ہوتے دریا سے یہ کہہ کر کبھی مُنہ اشکوں سے دھوتے

اب اس کی جدائی کی مجھے تاب نہیں ہے
تجھ میں تو مرا گوہرِ نایاب نہیں ہے

تھے چار طرف دشت میں فرزند کو جویا چلّاتے تھے اے لال تو کس قبر میں سویا
یوسف تجھے کس چاہ میں لوگوں نے ڈبویا خود گم ہوں کہ پیارے تجھے ان ہاتھوں سے کھویا

کچھ تیرا پتہ اے مرے مہ رو نہیں ملتا
سب آنکھوں کے آگے ہیں مگر تو نہیں ملتا

کیا جانئے ہو دھوپ میں یا سر پہ ہے سایا کھانا بھی کہیں چین سے کھایا کہ نہ کھایا
گرمی کے ہیں دن پانی بھی ٹھنڈا کبھی پایا آرام مرے ہجر میں کیوں کر تجھے آیا

راحت بھی کوئی دم ہی کہ دُکھ سہتے ہو بیٹا
جنگل ہی کہ بستی ہی کہاں رہتے ہو بیٹا

جلد ۳

گر شام کو خورشید نہاں ہوتا ہی پیارے تو دیکھتے ہیں لوگ اسے صبح کو سارے
گر دن کو چھپے شب کو نکلتے ہیں ستارے تو کونسی بدلی میں ہی اے چاند ہمارے

حیرت ہی مرے دیدۂ دیدار طلب کو
جلوہ ترا دن کو نظر آتا ہے نہ شب کو

لِلہ ملاقات کی صورت تو بتاؤ آنکھوں کی بصارت بھی چلی اب تو رلاؤ
اے لال کبھی خواب میں بابا کے تو آؤ مادر کے تڑپنے کو ذرا دیکھ تو جاؤ

چہرے سے ردا کا کبھی کونا نہیں چھٹتا
جس روز سے تم چھوٹے ہو رونا نہیں چھٹتا

بیت الحزن اور آپ نہ کھانا تھا نہ سونا گر دن تھا تو رونا تھا جو تھی رات تو رونا
آہیں کبھی کرنا کبھی مُنہ اشکوں سے دھونا اک کہنہ حصیرا اور نہ تکیہ نہ بچھونا

آرام نہ سے گریہ و زاری کوئی دم تھا
رخساروں پہ تھے زخم اور آنکھوں پہ ورم تھا

پوچھا بھی گر کوئی ملاقات کو آیا بتلاؤ کہ یوسف کا پتہ ہے کہیں پایا

افسوس کہ پیارے کی خبر کوئی نہ لایا ایسا نہیں بچھڑا کہ ملے گا مرا جایا
کیا لطف ہی گر جینے رہے کھو کے پسر کو
اے جان نکل اب کہ قرار آئے جگر کو

انیس جلد ۳

۵۹ مہمانداری کا سامان

(شیریں حضرت امام حسین علیہ السلام کی آمد کی خبر پاکر خوشی خوشی مہمانداری کا سامان کرتی ہے)

یہ کہہ کے اس نے فرش کیا گھر میں سربسر مومن کے دل کی طرح مصفّا ہوا وہ گھر
مسند بچھائی بہرِ شہنشاہِ بحر و بر تکیوں کو صاف کر کے لگایا اِدھر اُدھر
کہتی تھی میرے گھر میں ابھی سے جو نور ہے
یہ آمدِ امامِ زمن کا ظہور ہے

دالان ہی یہ شاہ کی خواہر کے واسطے یہ نرم فرش ہی علی اکبر کے واسطے
جھولے کی جا یہ ہے علی اصغر کے واسطے یہ گھر ہے شاہِ دیں کے برادر کے واسطے
راحت سے شہ نشین پہ امامِ زمن رہیں
حجرہ یہ اس لئے ہی کہ دولھا دُلہن رہیں

گہ سی کو لا کے جلد کسی جا بچھاتی تھی　　تحفوں کو کشتیوں میں کبھی وہ لگاتی تھی
جلد سجدے میں بہرِ شکر کبھی سر جھکاتی تھی　　گھبرا کے صحن سے کبھی ڈیوڑھی میں آتی تھی

چہرے پہ اک خوشی تھی پہ دل بے قرار تھا
فرزندِ فاطمہؑ کا اسے انتظار تھا

ہمسائیوں سے کہتی تھی ہنس ہنس کے بار بار　　اب کیجیو زیارتِ سلطانِ نامدار
ہے باغِ فاطمہؑ پہ عجب حُسن کی بہار　　رشکِ ریاضِ خلد ہے اک ایک گلعذار

سب نونہالِ گلشنِ دیں لاجواب ہیں
قد سروِ باغِ حُسن ہیں رُخ آفتاب ہیں

شمشادِ بوستانِ پیمبر کو دیکھیو　　سروِ ریاضِ حضرتِ شبّر کو دیکھیو
کیا نوجوان ہیں شہ کے برادر کو دیکھیو　　سب ایک سمت، تم علی اکبر کو دیکھیو

ہوگا کبھی یہ حُسن ملک کا نہ حور کا
جلوہ ہے اس جری میں محمدؐ کے نور کا

خالق رکھے اسے صد و سی سال برقرار　　نامِ خدا ہے شادی کے قابل وہ گلعذار
بہنیں فدا ہیں باپ تصدق ہے ماں نثار　　سر پر پھوپی نے پیار سے گیسو رکھے ہیں چار

چہرے کے آگے نیرِ تاباں بھی ماند ہے
عالم کی روشنی ہے اندھیری کا چاند ہے

اب خیر سے ہو گزرے گا اٹھارواں جو سال — شادی کریں گی بیٹی کی باندھے خوشخصال
زینب کو اس کے بیاہ کا ارمان ہے کمال — ہر دم یہی دعا ہے کہ دولھا بنے یہ لال
آتی ہیں نسبتیں حلب و شام و روم سے
شادی خدا جو چاہے تو ہووے گی دھوم سے

جب ڈھل گئی اسے انھیں باتوں میں دوپہر — شوہر سے پھر یہ کہنے لگی وہ نکو سیر
اب تک نہ آئے گھر میں شہنشاہِ بحر و بر — اترے کہاں کسی سے مفصل سُنی خبر
بستی سے ساتھ لے کے ہر اک اپنے بھائی کو
جا پیشوا سے خلق کی تو پیشوائی کو

کہیو مری طرف سے یہ تو چوم کر قدم — لونڈی کو سرفراز کرو یا شہِ اُمم
کرتے ہیں اغنیا غربا پر سدا کرم — اب بے حضور چین نہیں مجھکو ایک دم
کچھ آج ہی طپش سی دلِ بیقرار میں
آنکھیں سپید ہو گئی ہیں انتظار میں

قربان ہو گئی مرا گھر کچھ نہیں ہے دور   خاصہ تناول آن کے اس جا کریں حضور
جلد ہم لوگ مشتِ خاک ہیں حضرت خدا کے نور   ہو گا یہ کوہ آپ کے آنے سے رشکِ طور
کہنا حضور راہِ ہدایت کی شمع ہیں
پروانے یاں سحر سے زیارت کو جمع ہیں

عرصہ ابھی ہے آپ کے آنے میں کچھ اگر   آنے میں کیوں حرم کے ہوئی دیر اس قدر
ڈیوڑھی پہ بند و بست ہی یا شاہِ بحر و بر   گڑوا رکھی ہیں میں نے قناتیں ادھر ادھر
محمل میں گھٹتی ہوئیں گی زہرا کی پیاریاں
عباس لے کے آئیں زنانی سواریاں

انیس

۶۰- ملاپ

و لیکن محل میں پڑی جب یہ دھوم   کیا مثلِ پروانہ اس پر ہجوم
سنی ایک سے ایک نے یہ خبر   مبارک سلامت ہوئی یک دگر
کوئی غنچہ کی طرح کھلنے لگی   کوئی دوڑ کر اس سے ملنے لگی
ٹکے کوئی صدقے کو لانے لگی   کوئی سر سے روپی چھوانے لگی

کوئی آئی باہر سے گھر سے کوئی　　ادھر سے کوئی اور اُدھر سے کوئی
حقیقت لگی پوچھنے آ کوئی　　لگی کرنے آپس میں چرچا کوئی
ہوا سر پہ اس کے زبس ازدحام　　لگی کرنے گھبرا کے سب کو سلام
کہا بیبیو کیا کہوں کیا میں حال
کہ اب یہ اہ کی ماندگی ہی کمال

میر حسن

۶۱۔ راحتِ پسر

نعمت کوئی دنیا میں پسر سے نہیں بہتر　　راحت کوئی آرام جگر سے نہیں بہتر
لذّت کوئی پاکیزہ ثمر سے نہیں بہتر　　نکہت کوئی بوئے گلِ تر سے نہیں بہتر
صدموں میں علاجِ دلِ مجروح یہی ہے
ریحاں ہے یہی روح، یہی روح یہی ہے
ماں باپ کا دل غنچۂ خنداں ہے اسی سے　　وہ گل ہے کہ گھر رشکِ گلستاں ہے اسی سے
سب راحت و آرام کا ساماں ہے اسی سے　　آبادئِ کاشانۂ انساں ہے اسی سے

کس طرح کھلے دل کہ جگر بند نہیں ہی

گھر قبر سے بدتر ہے جو فرزند نہیں ہی

جلد۲

یہ ہی وہ عصا پیر جواں رہتا ہی جس سے — یہ ہی وہ نگیں نام و نشاں رہتا ہی جس سے

وہ شمع ہی پر نور مکاں رہتا ہی جس سے — وہ دُر ہی قوی رشتۂ جاں رہتا ہی جس سے

کھوتے نہیں یہ مال و زر و مال کے بدلے

موتی بھی لٹا دیتے ہیں اس لال کے بدلے

دنیا میں بس اک مرجع آمال یہی ہے — ثروت یہی حشمت یہی اقبال یہی ہے

سرمایہ یہی نقد یہی مال یہی ہے — گوہر یہی یاقوت یہی لال یہی ہے

دلبند ہو پہلو میں تو غم پاس نہیں ہے

کچھ پاس نہیں گر یہ رقم پاس نہیں ہے

ماں باپ کی آسایش و راحت ہی پسر سے — تلخی میں بھی جینے کی حلاوت ہی پسر سے

خوں جسم میں آنکھوں میں بصارت ہی پسر سے — ایام ضعیفی میں بھی طاقت ہی پسر سے

آرام جگر قوت دل راحت جاں ہے

پیری میں یہ طاقت ہے کہ فرزند جواں ہے

وہ شے ہے خوشی در پہ کھڑی رہتی ہی جس سے — وہ چین ہی راحت کی گھڑی رہتی ہی جس سے

وہ لعل ہی امید بڑھی رہتی ہے جس سے وہ دُر ہی یہ دُرِ جان لڑی رہتی ہی جس سے
آرامِ جگر تاب و تواں ساتھ ہی اس کے
پھرتا ہی جدھر رشتۂ جاں ساتھ ہی اس کے

مالک سی بھرے گھر کے اجڑ جانے کو پوچھو گھر والوں سی اس تفرقہ پڑ جانے کو پوچھو
ماں باپ سی قسمت کے بگڑ جانے کو پوچھو یعقوبؑ سے یوسفؑ کے بچھڑ جانے کو پوچھو
اللہ دکھائے نہ الم نورِ نظر کا
بہ جاتا ہے آنکھوں سے لہو قلب و جگر کا

انیسؔ

۶۲۔ مبارکباد

تجھے مبارک ہو شاہ اکبر۔ یہ تاج و مسند یہ تخت و افسر
کہ یہ ہی خورشید۔ یہ ہی گردوں یہ ہی ہی کرسی۔ یہ عرش اکبر

جنابِ خاقاں۔ ابن خاقاں۔ خدیو دوراں و وہ شاہِ شاہاں
سپہر جاہ و ملک سپاہ و فلک غلام و ستارہ چاکر

سدا یہاں کا۔ اس آستاں کا۔ ترے سخن کا۔ ترے بیاں کا
فلک ملازم۔ سپہر خادم۔ زماں مطیع و جہاں مسخّر

دروں حاسد۔ دلِ معاند۔ عدو کے مژگاں۔ حسود کی جاں
گہے خراب و گہے کباب و گہے پر آب و گہے بر آذر

اساس باغی۔ عدو کا خرمن۔ تنِ مخالف۔ غبارِ دشمن
نثارِ سیل و نیازِ آتش سپردِ خاک و دوچارِ صرصر

وہ جود دیکھا اور زرفشانی وہ عدل دیکھا اور جہاں ستانی
گدا فریدوں فقیر قاروں خفیف کسریٰ خجل سکندر

ممنون

۶۳۔ عشرتِ فانی

یادِ ایامِ عشرتِ فانی	نہ وہ ہم ہیں نہ وہ تن آسانی
جائیں وحشت سے سوئے صحرا کیوں	کم نہیں اپنے گھر کی ویرانی
خاک میں رشکِ آسماں سے ملی	ہائے کیسی بلند ایوانی
ایسی وحشت سرا میں آئے کیوں	بے دری کر رہی ہے دربانی

جلد۳

کیا ہوئی وہ بلندیِ دیوا | کیا ہوئے وہ عمارِ طولانی
سقف رنگین و زرنگار کہاں | جز سپہر و نجوم نورانی
صرفِ دلقِ گدا ہوئے پردے | زینت افزائے کاخِ سلطانی
یا نظر دنا وسما اسے تھا مجھے | دعوئے قیصری و خاقانی
یا نہیں سے ہے مرقع کشکول | تا کروں تازہ رسمِ سلسانی
یا یہاں پرنیان و اطلس سے | جلوہ گر تھی سپہر سامانی
یا یہ احوال ہے کہ چاک ہوا | تنگیوں سے لباسِ عُریانی
مسند گوہری کا دھیان آیا | پوچھتے کیا ہو وجہِ گریانی
شورِ زاغ و زغن ہے سمع خراش | اب کہاں بلبل و غزلخوانی

ایک دن یوں ہجومِ یاراں تھا
جیسے اب مجمعِ پریشانی

مومن

۴۷۔ سدا رہے نام اللہ کا

نے خاص نہ دنیا میں کوئی عام رہیگا | نے صاحبِ مقدور نہ ناکام رہیگا

زردار نہ بے زر نہ بد انجام رہیگا ۔ شادی نہ غم گردش ایام رہیگا

نے عیش نہ دُکھ درد نہ آرام رہیگا

آخر وہی اللہ کا اِک نام رہے گا

گر علم و ہنر سے ہے کوئی خلق میں مشہور ۔ یا کشف و کرامات میں ہی ضرب مقدور

یا ایک کا ہی نام و نشاں خلق میں مشہور ۔ اک دم میں پلک مارتے ہو جاوینگے سب دور

مستور نہ مشہور نہ گمنام رہے گا

آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

اب دل میں بڑے اپنے جو کہلاتے ہیں عیار ۔ سو مکر و دغا کرتے ہیں اک آن میں طیار

جب آکے فنا سر کے اوپر مارے ہی اِک وار ۔ اک دار کے لگتے ہی یہ ہو جاوینگے سب پار

نے مکر نہ حیلہ نہ کوئی دام رہیگا

آخر وہی اللہ کا اِک نام رہیگا

کرتے ہیں جو اب دل سے یہ بانات عبادات ۔ یا عمر کو کھوتے ہیں بر ندی و خرابات

جب آکے فنا چھوٹے گی شمشیر کا اک ہات ۔ پھر صاف ہی دونوں کی گنہگاری و طاعات

نے رند نہ عابد نہ سے آشام رہیگا

آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

جو شاہ کہاتے ہیں کوئی اُن سے یہ پوچھو — دارا و سکندر وہ گئے آہ کدھر کو
مغرور نہ ہو شوکت و حشمت پہ وزیرو — اس دولت و اقبال پہ مت پھولو امیرو جلد۳

نے ملک نہ دولت نہ سرانجام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

بیوپار جو کرتے ہیں ہر اک چیز کا زردار — آگے بھی دُکانیں تھیں کئی اور کئی بازار
جس طور کا اب چاہئے کر لیجئے بیوپار — پھر جنس نہ دلّال نہ مالک نہ خریدار

نے نقد نہ کچھ قرض نہ کچھ دام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

اب جتنی کھڑی دیکھو ہو عالم میں عمارات — یا جھونپڑے دو کوڑی کے یا لاکھ کے محلات
کیا پست مکان کیا یہ ہوا دار مکانات — اک اینٹ بھی ڈھونڈو کہیں پانے کی نہیں ہات

دالان نہ حجرہ نہ در و بام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

یہ باغ و چمن اب جو ہر اک جا ہیں رہے پھول — یہ شاخ یہ غنچہ یہ ہرے پات یہ پھل پھول
آجاوے گی جب بادِ خزاں اِنکے اوپر بھول — ہر خار کی ہر پھول کی اُڑ جاویگی سب جھول

نے زرد نہ سرخ اور نہ سیہ فام رہیگا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہیگا

یہ عاشق و معشوق جو کرتے ہیں ہم چاہ — آگے بھی بہت عاشق و معشوق تھے واللہ
جلا وہ لوگ کہاں جاتے رہے ای مرے اللہ — اس بات سے معلوم ہوا اب تو یہی آہ

نے عشق نہ عاشق نہ دلآرام رہیگا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہیگا

ٹک غور کرو اب ہیں کہاں مجنوں و فرہاد — لیلیٰ کہاں شیریں کہاں وہ نازوہ بیداد
جو پھول کھلے واہ وہ سب ہو گئے برباد — ہم تم بھی غنیمت ہیں سن او یار پری زاد

واں حسن نہ یاں عشق کا ہنگام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

محبوب بنا جس نے تمھیں حسن دیا ہے — اس نے ہی ہمیں عاشق جانباز کیا ہے
ملنا ہے تو مل لو یہی جینے کا مزا ہے — سب ناز و نیاز آہ یہ اک دم کی ہوا ہے

پھر ہجر نہ کچھ وصل کا پیغام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

یہ شعر و غزل اب جو بناتے ہیں زبانی — آگے بھی بہت چھوڑ گئے اپنی نشانی
دیوان بنایا کوئی قصہ کہ کہانی — کچھ باقی نظیر اب نہیں سب ہے یہی فانی

خمسہ نہ غزل فنز نہ ایہام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

جلد۲

نظیر

۶۵۔ رواروی

کمر باندھے ہوئے چلنے پہ یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے۔ باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

خیال ان کا پرے ہے عرشِ اعظم سے کہیں ساقی،
غرض کچھ اور دھن میں اس گھڑی میخوار بیٹھے ہیں

بسانِ نقشِ پائے رہرواں کوئے تمنا میں
نہیں اُٹھنے کی طاقت کیا کہیں لاچار بیٹھے ہیں

یہ اپنی چال ہے اُفتادگی سے اب کہ پہروں تک
نظر آیا جہاں پہ سایۂ دیوار بیٹھے ہیں

کہاں صبر و تحمل آہ ننگ و نام کیا شے ہی
میاں رو پیٹ کر ان سب کو ہم یکبار بیٹھے ہیں

جلد ۳

نجیبوں کا عجب کچھ حال ہی اس دور میں یارو
جہاں پوچھو یہی کہتے ہیں ہم بیکار بیٹھے ہیں

بھلا گردش فلک کی چین دیتی ہی کسے انشا
غنیمت ہی کہ ہم صورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں

انشا

۶۶- مسافرتِ دنیا

یہ آج صاحبِ طبل و علم ہی کل وہ ہے — ہی اپنے نام کی نوبت ہر اک بجا جاتا
محیطِ دہر میں استادہ صورتِ کشتی — دکھائی دیتا ہوں سب کو یہ ہوں چلا جاتا
خبر نہیں کہ کہاں جاؤں گا چلا ہوں کہاں — مثالِ ریگ پریدہ ہوں میں اُڑا جاتا
کوئی یہ بڑھ کے مرے ساتھ والوں سی کہدے — یہ ناتواں ہے پسِ قافلہ رہا جاتا

اکیلے منزلِ ہستی میں کیا کروگے رند
چلو عدم کو ہے یاروں کا قافلہ جاتا

رند

جلد ۳

۶۷- سرائے دنیا

سرائے دنیا ہے کوچ کی جا — ہر ایک کو خوف دم بدم ہے
رہا سکندر یہاں نہ دارا — نہ ہے فریدوں یہاں نہ جم ہے
مسافرانہ ٹکے ہو۔ اُٹھو — مقام فردوس ہے اِرم ہے
سفر ہے دشوار خواب کب تک — بہت بڑی منزلِ عدم ہے
نسیم جاگو کمر کو باندھو — اُٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے
قیامِ عمر دروزہ جانی — کبھی نہیں ایک قاعدے پر
تعلقِ عیشِ زندگانی — کبھی نہیں ایک قاعدے پر
مآلِ کارِ جہانِ فانی — کبھی نہیں ایک قاعدے پر
بہارِ گُل۔ لُطفِ نوجوانی — کبھی نہیں ایک قاعدے پر
جو چار دن ہے وفورِ راحت — تو بعد اس کے غم والم ہے
سرورِ عیش و نشاط و عشرت — یہ چند انفاس کے ہیں جھگڑے
ملال و رنج و غم و مصیبت — یہ چند انفاس کے ہیں جھگڑے
غرور و تمکین و کبر و نخوت — یہ چند انفاس کے ہیں جھگڑے

جوانی حُسن وجاہ و دولت — یہ چند انفاس کے ہیں جھگڑے
اجل ہے استادہ دست بستہ — نوید رخصت ہر ایک دم ہے
مثالِ بُت سب کے سب ہیں بے حس — یہ دیکھو قہر خدا کی نیندیں
یہ جاگے تھے ابتدا میں کس دن — جو سوئے ہیں انتہا کی نیندیں
پڑے ہیں کیسے یہ ہائے غافل — چڑھی ہیں کس کس بلا کی نیندیں
نسیم غفلت کی چل رہی ہے — اُمنڈ رہی ہیں قضا کی نیندیں
کچھ ایسے سوئے ہیں سونے والے — کہ جاگنا حشر تک قسم ہے

۶۸ - منزلِ دنیا

دنیا بھی عجب گھر ہے کہ راحت نہیں جس میں — وہ گل ہے یہ گل بوئے محبت نہیں جس میں
وہ دوست ہے یہ دوست مروّت نہیں جس میں — وہ شہد ہے یہ شہد حلاوت نہیں جس میں

بے درد و الم شامِ غریباں نہیں گزری
دنیا میں کسی کی کبھی یکساں نہیں گزری

گودی میں کبھی ماں کے کبھی قبر کا آغوش — گل پیرہن اکثر نظر آتے ہیں کفن پوش

سرگرمِ سخن ہی کبھی انساں کبھی خاموش ... گہ تخت ہی اور گاہ جنازہ بسرِ دوش

اِک طور پہ دیکھا نہ جواں کو نہ مُسن کو

شب کو جو چھپر کھٹ میں تو تابوت میں دن کو

کرتا نہیں غربت میں کوئی آ کے مدد تک ... گر ساتھ گیا ہے تو کوئی قبر کی حد تک

پھر آتے ہیں روتے ہوئے پہنچا کے لحد تک ... وہ خانۂ تاریک میں تنہائی ابد تک

نہ دوست نہ احباب نہ ہم بزم گئے ہیں

تنہا یونہی شاہانِ اُولوالعزم گئے ہیں

انیس

۷۹۔ جب لاد چلیگا بنجارا

ٹک حرص و ہوا کو چھوڑ میاں مت دیس بدیس پھرے مارا

قزاق اجل کا لوٹے ہے دن رات بجا کر نقارا

کیا بدھیا بھینسا بیل شتر کیا گونیں اور پلّا بھارا

کیا گیہوں چاول موٹھ مٹر کیا آگ دھواں اور انگارا

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلیگا بنجارا

تو بدھیا لادے بیل بھرے جو پورب پچھم جاوے گا
کیا سود بڑھا کر لاوے گا یا ٹوٹا گھاٹا پاوے گا
قزاق اجل کا رستہ میں جب بھالا مار گراوے گا
دھن دولت ناتی پوتا کیا - اک کنبہ کام نہ آوے گا
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

جب چلتے چلتے رستہ میں یہ گون تری ڈھل جاوے گی
اک بدھیا تیری مٹی پر پھر گھاس نہ چرنے پاوے گی
یہ کھیپ جو تو نے لادی ہے سب حصوں میں بٹ جاوے گی
دھی پوت جنوائی بیٹا کیا بنجارن پاس نہ آوے گی
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

کیوں جی پر بوجھ اٹھاتا ہے ان گونوں بھاری بھاری کے
جب موت کا ڈیرا آن پڑا پھر دونے ہیں بیوپاری کے
کیا ساز جڑاؤ زر زیور کیا گوٹے تھان کناری کے
کیا گھوڑے زین سنہری کے کیا ہاتھی لال عماری کے
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

نظیر

۷۰۔ میرے بعد

جلد۳

منہ پہ رکھ دامنِ گل روئینگے مرغانِ چمن باغ میں خاک اُڑائے گی صبا میرے بعد
جیتے جی قدر بشر کی نہیں ہوتی پیارے یاد آئے گی تجھے میری وفا میرے بعد
جا کے کہدیوے کوئی خانؔ کی زبانی اتنی
اب نہیں آتے ہو پھر آؤگے کیا میرے بعد

خان

۷۱۔ میرے بعد

میری وحشت کا جو کچھ حال سنا میرے بعد ہوگیا جوشِ جنوں حد سے سوا میرے بعد
سونا جنگل جو نظر اُس کو پڑا میرے بعد آ کے سجادہ نشیں قیس ہوا میرے بعد
نہ رہی وحشت میں خالی مری جا میرے بعد

باغِ عالم میں وہ بلبل ہوں کہ ہوں جانِ چمن میں نہونگا تو نہ ہوگا کوئی خواہانِ چمن
پھاڑ ڈالیں گے گریباں کو جوانانِ چمن منہ پہ رکھ دامنِ گل روئیں گے مرغانِ چمن
ہر روش خاک اُڑائے گی صبا میرے بعد

میں ہی دیوانہ اکیلا نہیں صحرا میں ہوں　　بعد میرے ابھی ہوئیں گے بہت سی مجنوں
کتنے تلوؤں کا ابھی تجھکو بہانا ہی خوں　　تیز رکھنا سرِ ہر خار کو اے وحشتِ جنوں
شاید آجائے کوئی آبلہ پا میرے بعد

سنسناہٹ سی اک اُٹھتی ہی بدن میں ہر صبح　　جان آجاتی ہی گویا میرے تن میں ہر صبح
آہ بھر کے یہی کہتا ہوں کفن میں ہر صبح　　وہ ہوا خواہِ چمن ہوں کہ چمن میں ہر صبح
پہلے میں جاتا تھا اور بادِ صبا میرے بعد

مرگیا جبکہ امانت تو پھری کچھ تقدیر　　غم ہوا اس کو بہت ہوگئی حالت تغیر
جیتے جی تو نہ خبر لی نہ ذرا کی تدبیر　　بعد مرنے کے مری قبر پہ آیا وہ مسیر
یاد آئی مرے عیسیٰ کو دوا میرے بعد

امانت

۷۲۔ سرائے فانی

جائے عبرت سرائے فانی ہی　　موردِ مرگِ ناگہانی ہے
اونچے اونچے مکان تھے جن کے　　آج وہ تنگ گور میں ہیں پڑے
گل جہاں پہ شگفتہ رنگ تھے　　آج دیکھا تو خار بالکل تھے

جس چمن میں تھا بلبلوں کا ہجوم ۔ آج اُس جا ہی آشیانۂ بوم
بات کل کی ہے نوجواں تھے جو ۔ صاحبِ نوبت و نشاں تھے جو
آج خود ہیں نہ ہیں مکاں باقی ۔ نام کو بھی نہیں نشاں باقی
غیرتِ حور مہ جبیں نہ رہے ۔ ہیں مکاں گر تو وہ مکیں نہ رہے
جو کہ تھے بادشاہِ ہفت اقلیم ۔ ہوئے جا جا کے زیرِ خاک مقیم
کوئی لیتا بھی اب نہیں یہ نام ۔ کون سی گور میں گیا بہرام
اب نہ رُستم نہ سام باقی ہے ۔ اِک فقط نام ہی نام باقی ہے
کل جو رکھتے تھے اپنے فرق پہ تاج ۔ آج ہیں فاتحہ کو وہ محتاج
تھے جو خود سر جہان میں مشہور ۔ خاک میں مل گیا سب اُن کا غرور
عطر مٹی کا جو نہ ملتے تھے ۔ نہ کبھی دُھوپ میں نکلتے تھے
گردشِ چرخ سے ہلاک ہوئے ۔ اُستخواں تک بھی اُن کے خاک ہوئے
تھے جو مشہور قیصر و فغفور ۔ باقی ان کا نہیں نشانِ قبور
تاج میں جن کے ٹکتے تھے گوہر ۔ ٹھوکریں کھاتے ہیں وہ کاسۂ سر
رشکِ یوسف جو تھے جہاں میں حسیں ۔ کھا گئے اُن کو آسمان و زمیں
ہر گھڑی منقلب زمانہ ہے ۔ یہی دنیا کا کارخانہ ہے

ہی نہ شیریں نہ کوہکن کا پتہ — نہ کسی جا ہے نل دمن کا پتہ

جلد۳

ہوئے الفت تمام پھیلی رہی — باقی اب قیس ہے نہ لیلی رہی

صبح کو طائران خوش الحان — پڑھتے ہیں کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَان

موت سے کس کو رستگاری ہے

آج وہ کل ہماری باری ہے

مرزا شوق

۷۴۔ بے ثباتیِ دنیا

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آ گیا — یکسر وہ استخوانِ شکستہ سے چور تھا

کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر — میں بھی کبھو کسی کا سرِ پُر غرور تھا

میر

عجب سیر دیکھی نظیر اس چمن کی — ابھی جوش تھا نرگس و نسترن کا

ابھی یک دگر جمع تھے سنبل و گل — ابھی تھا بہم جوش سرو و سمن کا

گھڑی بھر کے پھر بعد دیکھا یہ عالم

کہ نام و نشاں بھی نہ تھا واں چمن کا

نظیر اکبرآبادی

اس گلشن ہستی میں عجب دید ہے لیکن جب چشم کھلی گُل کی تو موسم ہے خزاں کا
ہستی سے عدم تک نفسِ چند کی ہے راہ دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہاں کا

جلد ۳

سودا

خسرو کے سر پہ وہ نہ رہا تاج خسروی
نے رہ گیا وہ چترِ فلک سائے جم کے ساتھ

کیسی اب اُن کی دھوپ میں جلتی ہیں تربتیں
سائے میں یاں پلے تھے جو ناز و نعم کے ساتھ

مصحفی

ویراں ہے کوئی گھر کہیں آبادی ہے راحت ہے کوئی۔اور کوئی فریادی ہے
اِک عشرت و غم کا ہے مُرقع دنیا ماتم ہے کسی جا تو کہیں شادی ہے

انیس

زمینِ چمن گُل کھلاتی ہے کیا کیا بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے
بہارِ گلستاں کی ہے آمد آمد خوشی پھرتے ہیں باغباں کیسے کیسے

نہ گورِ سکندر نہ ہے قبرِ دارا
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

آتش

مسرت ہوئی ہنس لئے دو گھڑی　　مصیبت پڑی رو کے چپ ہو رہے
اسی طور سے کٹ گیا روز زیست　　سُلایا شب گور نے سو رہے

اکبر

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے　　اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے
ہو عمر خضر بھی تو ہو معلوم وقت مرگ　　ہم کیا رہے یہاں ابھی آئے ابھی چلے
جاتے ہوائے شوق میں ہیں اس چمن سے ذوقؔ
اپنی بلا سے باد صبا اب کبھی چلے

ذوق

اپنی ہستی حباب کی سی ہے　　یہ نمائش سراب کی سی ہے
چشم دل کھول اس ہی عالم پر　　یاں کی اوقات خواب کی سی ہے

میر

سر راہ عدم گور غریباں طرفہ بستی ہے
کبھی غربت برستی ہے کبھی حسرت برستی ہے

نہ گھبرا اے دل واماندہ اب منزل قریب آئی
اسی بستی کے آگے اور آباد ایک بستی ہے

کبھی کروٹ نہیں لیتا کوئی گور غریباں میں
یہ کیسی نیند سوتے ہیں یہ کیسی ان کی بستی ہی

جلد۲

امیر

دیکھتے ہیں جلوۂ گلہائے رنگارنگ ہم
مثل نرگس کے ہیں جب تک اپنی دونوں چشم وا

آخرش ہوگا وہی اِک دن خزاں کے ہاتھ سے
جو کہ عالم اپنا اس نشو و نما سے پہلے تھا

ہی غنیمت کوئی دن نظارۂ باغ و بہار،
پھر کہاں یہ گلشن اور گُل اور یہ سبزہ یہ ہَوا

ذوق

ہر صبح کو یہ شور ہے مرغِ سحری کا — چونکو کہ زمانہ نہ رہا بے خبری کا
وقفہ نہیں اب بزم سی ہوتا ہی یہ رخصت — مُنہ دیکھ رہا ہوں میں چراغِ سحری کا
دیتا ہی خبر پر خبر حباب کا اُٹھنا — پردہ نہیں اُٹھتا ہی مگر بے خبری کا

کچھ روز وں ابھی صبر کر اے پنجۂ وحشت
بے موسمِ گُل لطف نہیں جامہ دری کا

امیر

جلد ۳

عمر برق و شرار ہے دنیا کتنی بے اعتبار ہے دنیا
داغ سے کوئی دل نہیں خالی کیا کوئی لالہ زار ہے دنیا
ہر جگہ جنگ ہر جگہ ہے نزاع عرصۂ کارزار ہے دنیا
اہلِ رغبت سے کرتی ہے نفرت بڑی پرہیز گار ہے دنیا
آنے جانے پہ سانس کی ہے مدار سخت ناپائدار ہے دنیا
ایک جھونکے میں ہے اِدھر سے اُدھر چار دن کی بہار ہے دنیا

بدتر اُس کو سمجھ خزاں سے امیرؔ
دیکھنے کو بہار ہے دنیا

امیر

۷۴- ویرانی

میکدہ ہے وہی ساقی ہے نہ وہ میکش ہیں ٹوٹے پھوٹے ہیں پڑے شیشہ و ساغر خالی

عالی

تفرقہ ہوتا ہے ایسا بھی گل اندام کہیں مے کہیں شیشہ کہیں ساقی کہیں جام کہیں
دل کی بیتابی نہیں ٹھہرنے دیتی ہے مجھے دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں

مے بھی ہے مینا بھی ہے ساغر بھی ہے ساقی نہیں ۔۔۔ دل میں آتا ہے لگا دیں آگ میخانہ کو ہم

باغ میں لگتا نہیں صحرا سے گھبراتا ہے دل ۔۔۔ اب کہاں لیجا کے بیٹھیں ایسے دیوانہ کو ہم

جلد ۳

نظیر

۷۵۔ عبرت

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے

کیا ہی ملکِ روس ہے اور سرزمینِ طوس ہے

گر میسّر ہو تو کس عشرت سے کیجے زندگی

اِس طرف آوازِ طبل اُدھر صدائے کوس ہے

سنتے ہی عبرت یہ بولی اِک تماشا میں تجھے

چل دکھاؤں تو جو حرص و آز کا محبوس ہے

لے گئی یکبارگی گورِ غریباں کی طرف

جس جگہ جانِ تمنا سو طرح مایوس ہے

مرقدیں دو تین بتلا کے لگی کہنے وہ یوں

یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے

پوچھ لو ان سے کہ جاہ و حشمتِ دنیا سے آج
کچھ بھی ان کے پاس غیر از حسرت و افسوس ہے

قدرت

۷۶۔ موت کا نقارہ

دو چار گھڑی یا دو دن میں اب تن سی جان نکلنی ہی
یہ ہڈی پسلی جتنی ہے یا گلنی ہے یا جلنی ہی

ہی رات جو باقی تھوڑی سی کوئی دم میں یہ بھی ڈھلنی ہی
اٹھو باندھو کمر کو سویرے سے تم کو بھی منزل چلنی ہی

تن سوکھا کبڑی پیٹھ ہوئی گھوڑے پہ زین دھرو بابا
اب موت نقارہ باج چکا چلنے کی فکر کرو بابا

کچھ دیر نہیں اب چلنے میں کیا آج چلو یا کل نکلو
کچھ کپڑا اللہ لینا ہو سو جلدی باندھ سنبھل نکلو

اب شام نہیں اب صبح ہوئی جوں موم پگھل کر ڈھل نکلو
کیوں ناحق دھوپ چڑھاتے ہو بس ٹھنڈے ٹھنڈے چل نکلو

تن سوکھا کبڑی پیٹھ ہوئی گھوڑے پہ زین دھرو بابا
اب موت نقارا باج چکا چلنے کی فکر کرو بابا
یہ اونٹ کرائے کا یارو صندوق جنازہ اٹھی ہے
جب اس پہ ہوا اسوار چلے پھر گھوڑا ہے نہ عماری ہے
کس نیند پڑے تم سوتے ہو یہ بوجھ تمھارا بھاری ہے
کچھ دیر نہیں اب آہ نظیرؔ تیار کھڑی اسواری ہے
تن سوکھا کبڑی پیٹھ ہوئی گھوڑے پہ زین دھرو بابا
اب موت نقارہ باج چکا چلنے کی فکر کرو بابا

نظیر اکبرآبادی

"سفرِ آخرت"

کیا سخت گھڑی ہوگی اجل آئیگی جس دم — کھنچ کھنچ کے ہر اک رگ سے نکلنے لگے گا دم
کیا دیکھیں گے ہر ایک کو حسرت سے بصد غم — اتنی بھی زباں ہل نہ سکے گی کہ چلے ہم
سب کے لئے اک روز یہ تکلیف دھری ہے
اس پر بھی یہ غفلت ہے عجب بے خبری ہے

بھائی نہیں اپنے ہیں نہیں ہی پیرا اپنا   بیگانے ہیں سب ہووے گا جس دم سفر اپنا
نہ مال نہ اسباب نہ زیور نہ زر اپنا   دو گز ہی کفن قبر کا گوشہ ہی گھر اپنا
کچھ ساتھ بجز نیکی و یاس نہ ہوگا
رہ جائیں گے سب دور کوئی پاس نہ ہوگا

انیس

۷۸۔ مرگِ پسر

جیتا نہیں وہ جس کے مقدر میں ہی مرنا   مشکل ہی مگر صبر کی سل چھاتی پہ دھرنا
آفت تو ہی فرزند کا دنیا سے گزرنا   انسان کو لازم ہے مگر صبر ہی کرنا
برسوں سے یہی رنگِ گلستانِ جہاں ہے
جس گل پہ بہار آج ہی کل اس پہ خزاں ہے
کچھ پھول تو دکھلا کے بہار اپنی ہیں جاتے   کچھ سوکھ کے کانٹوں کی طرح ہیں نظر آتے
کچھ گل ہیں کہ پھولے نہیں جامہ میں سماتے   غنچے بہت ایسے ہیں کہ کھلنے نہیں پاتے
بلبل کی طرح روتے ہیں فریاد و فغاں سے
کچھ بس نہیں چلتا چمن آرائے جہاں سے

مرتا ہے جواں سامنے، اور دیکھتے ہیں پیر ۔۔۔ ماں باپ کا کیا زور ہے جو خواہشِ تقدیر
سر پیٹ کے فریاد کرے مادرِ دلگیر ۔۔۔ جز صبر بن آتی نہیں لیکن کوئی تدبیر
آرام جسے دیتے ہیں چھاتی پہ سُلا کر
رکھ آتے ہیں ہاتھوں سے اُسے قبر میں جا کر

جلد ۳

مٹی سے بچاتے ہیں سدا جن کا تنِ پاک ۔۔۔ اُس گل پہ گرا دیتے ہیں اب سینکڑوں من خاک
مادر جسے عریاں نہیں کرتی تہِ افلاک ۔۔۔ وہ قبر میں سوتا ہے دھری رہتی ہے پوشاک
غربت میں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا
شمعیں بھی جلاؤ تو اُجالا نہیں ہوتا

انیس

۷۹ - ماں کی بین

تک تو پیارے لب کو کھول ۔۔۔ غوں غاں کر ما دے بول
ہے ہے میرے لال انمول ۔۔۔ جی ماں کا ہے ڈانواں ڈول
تجھ بن میرے نور العین
کیوں کر ہووے اس دل کو چین ،

روتا میں کس کو بہلاؤں دودھ تھپک کر کس کو پلاؤں
چھاتی آگے کس کو سُلاؤں جھولے میں اب کس کو جُھلاؤں

تجھ بن میرے نور العین
کیوں کر ہو اس دل کو چین،

بچے کو چِڑیا جو گنوائے جنگل جنگل ڈھونڈنے جائے
دانہ پانی اُس کو نہ بھائے رین بسیرے نیند نہ آئے

تجھ بن میرے نور العین
کیوں کر ہو اس دل کو چین

جاگ پیارے ہوئی اویر سومت "لالا" اتنی دیر
مجھ ماں سے مت آنکھیں پھیر زیست سے مجھکو مت کر سیر

تجھ بن میرے نور العین
کیوں کر ہو اس دل کو چین

نظیر اکبرآبادی

۸۰۔ کسی کی وصیت

رنج کرنا نہ میرا۔ میں قرباں سُن لو گر اپنی جان ہی تو جہاں
دل میں کُڑھنا نہ مجھ سے چھوٹ کر تو جان دینا نہ گھونٹ گھونٹ کر تو
آ کے رو دینا میری قبر کے پاس تا نکل جائے تیرے دل کی بھڑاس
آنسو چپکے سے دو بہا لینا قبر میری سے گلے لگا لینا
اگر آ جائے کچھ طبیعت پر پڑھنا قرآن میری تربت پر
غنچۂ دل مرا کِھلا جانا پھول تربت پہ دو چڑھا جانا
رو کے کرنا نہ اپنا حال زبوں یوں نہ ہو جائے دشمنوں کو جنوں
میرے مرقد پہ روز آنا تم فاتحہ سے نہ ہاتھ اُٹھانا تم
ہے یہ حاصل سب اتنی باتوں سے مٹی دینا تم اپنے ہاتھوں سے
دل پہ کچھ آنے دیجیو نہ ملال خواب دیکھا تھا کیجیو یہ خیال
رنج و راحت جہاں میں توام ہے کبھی شادی ہے اور کبھی غم ہے
ہے کسی جا پہ جشن شام و پگاہ کسی جا ہے صدائے نالہ و آہ
مرگ کا کس کو انتظار نہیں زندگی کا کچھ اعتبار نہیں

پھر ملاقات دیکھیں ہو کہ نہ ہو آج دل کھول کے گلے مل لو
حشر تک پھر یہ ہو گی بات کہاں ہم کہاں تم کہاں یہ رات کہاں
خاک میں ملتی ہی یہ صورتِ عیش پھر کہاں ہم۔ کہاں یہ صورتِ عیش
ختم ہوتی ہے زندگانی آج خاک میں ملتی ہے جوانی آج

چین دل کو نہ آئے گا تم بن
اب کے بچھڑے ملیں گے حشر کے دن

مرزا شوق

۸۱۔ کسی کا جنازہ

آگے آگے ہی کچھ جلوس رواں سر کھلے پیچھے پیچھے پیر و جواں
سن رسیدہ ہیں عورتیں کچھ ساتھ سینہ و سر پہ مارتی ہیں ہاتھ
کوئی ماما ہی کوئی دائی ہے کوئی انا کوئی کھلائی ہے
جب وہ بھرتی ہیں غم سے آہ سرد سننے والوں کے دل میں ہوتا ہی درد
ہوتا ہی غیروں کو ملال ان کا دیکھا جاتا نہیں ہے حال ان کا
اس کے پیچھے پڑی پھر اس پہ نگاہ کہ نہ دیکھے بشر معاذ اللہ

تھی پڑی اس پہ ایک چادرِ گل — جس سے خوشبو وہ رہا تھی بالکل

بھیڑ تابوت کے تھی ایسے ساتھ — جیسے آگے کسی دلہن کے برات

سب وضیع و شریف تھے ہمراہ — بھیڑ تھی اس قدر کہ بند تھی راہ

پیچھے پیچھے تھا سب کے سوداگر — مو پریشان اداس خاک بسر

آگے آگے جنازہ جاتا تھا — غش اسے ہر قدم پہ آتا تھا

ہاتھ تھامے تھے اقربا سارے — تا کسی جا پہ سر نہ دے مارے

حال اس درجہ ہو رہا تھا زبوں — بہتا جاتا تھا سر کے زخم سے خوں

سب امیر و فقیر روتے تھے — دیکھ کر راہ گیر روتے تھے

پیچھے سب کے پینس میں تھی مادر — کہتی جاتی تھی اس طرح رو کر

تیری میت پہ ہو گئی میں نثار — کم سخن ہائے میری غیرت دار

کچھ نہیں ماں کی اب خبر تم کو — کس کی یہ کھا گئی نظر تم کو

دل پہ جو گزری کچھ بیان نہ کی — کچھ وصیت بھی میری جان نہ کی

دل ضعیفی میں میرا توڑ گئے — بیٹا اس ماں کو کس پہ چھوڑ گئے

تازہ پیدا جگر کا داغ ہوا — گھر مرا آج بے چراغ ہوا

دل کو ہاتھوں سے کوئی ملتا ہے — جی سنبھالے نہیں سنبھلتا ہے

جلد ۳

زہر دیدو کوئی میں کھا جاؤں — یا زمیں شق ہو میں سما جاؤں

داغ تیرا جگر جلاتا ہے — چاند سا مکھڑا یاد آتا ہے

مٹ گیا لطف زندگانی کا — دل کو غم ہے تری جوانی کا

بیاہ تیرا رچانے پائی نہیں — کوئی منت بڑھانے پائی نہیں

تیری صورت کے ہو گئی قرباں — چلیں دنیا سے کیسی ہو ارماں

ہوئیں کس بات پر خفا بولو — اماں، داری ذرا جواب تو دو

بولتی تم نہیں پکارے سے — اب جیونگی میں کس سہارے سے

کیا قضا نے جگر پہ داغ دیا — آج گھر میرا بے چراغ کیا

نکلا ماں باپ کا نہ کچھ ارماں — ہائے بیٹی نہ تم چڑھیں پرواں

ایسی اس ماں سے ہو گئیں بیزار — لی نہ خدمت بھی پڑ کے کچھ بیمار

نہ جیوں گی ترے فراق میں میں — دل تڑپتا ہے آنکھیں ڈھونڈتی ہیں

کس مصیبت میں پڑ گئی بیٹا — کوکھ میری اجڑ گئی بیٹا

عمر کٹنی تھی ایسے صدمے میں
ٹھوکریں تھیں بدی بڑھاپے میں

مرزا شوق

جلد۳

۸۲ کفن دفن

تنِ مُردہ کو کیا تکلّف سے رکھنا گیا وہ تو جس سے مزیّن یہ تن تھا

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا مشیّن بدن تھا معطّر کفن تھا

جو قبرِ کہن ان کی اُکھڑی تو دیکھا نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

نظیرؔ آ گئے ہم کو ہوس تھی کفن کی

جو سوچا تو ناحق کا دیوانہ پن تھا

نظیر اکبرآبادی

۸۳ قبر

آنکھوں کے آگے قبر کی تنہائی پھر گئی موتی کی اک لڑی تھی کہ آنکھوں سے گر گئی

ولی کہہ یا علی یہ قیامت کا وقت ہے مرنے سے سخت قبر کی وحشت کا وقت ہے

میّت پہ بعد دفن یہ آفت کا وقت ہے اس وقت وارثوں کی محبت کا وقت ہے

ہمدم نہیں رفیق نہیں مہرباں نہیں

یہ وہ جگہ ہے کوئی کسی کا یہاں نہیں

وہ اجنبی مکاں وہ اندھیرا اِدھر اُدھر پہلے پہل وہ بستی سے ویرانے کا سفر
نہ شمع روشنی کے لئے نے شگافِ در ہمسایہ وہ کہ دوسرے سے ایک بے خبر
کس کو کوئی پکارے کہاں جائے کیا کرے
آسان سب پہ قبر کی مشکل خدا کرے

دبیر

۴۸۔ خوابِ قبر

آسودگی بہ گوشۂ ہستی نہ دیدہ ایم
جاں دادہ ایم و کنجِ مزارے خریدہ ایم

اے موت بندِ ہستی سے تو چھڑا دے مجھکو آزاد کرکے اپنا بندہ بنا دے مجھکو
صہبائے بیخودی کے ساغر پلا دے مجھکو آ حجرۂ لحد میں چل کر سُلا دے مجھکو
اے قبر ایک مدت سے وصل کا ہے ارماں
آغوشِ دل میں لی شفقت پہ تیری قرباں

سنسان مقبرہ ہو، ہر سو ہو۔ ہُو کا عالم اور لہلہا رہا ہو سبزے کا ایک پرچم
ہر پھول داغِ غم ہو ہر نخل نخلِ ماتم آنسو بہا رہی ہو تربت پہ میری شبنم

تنہائی ہو محافظ خاکی مکاں کے میری
اور بے کسی ہو درباں اس آستاں کی میری

میں ہوں فقط اکیلا کچھ مال ہو نہ زر ہو
دو گز کا اک کفن ہو کچھ پاس اپنے گر ہو

کپڑا سفید سر سے پا تک تنا ہوا ہو
ڈھیلوں کا ایک تکیہ سر سے مرے لگا ہو

وہ دن کب آئیں گے جب احباب روتے ہونگے
ہم اپنا منہ لپیٹے بے فکر سوتے ہوں گے

محمد اسلم عظیم آبادی

۵۵- آخر منزل

کیا اُن کو خبر جو کہ مکانوں میں مکیں ہیں
خویش و پسر و ہمدم و احباب قریں ہیں

تاریکی مرقد سے وہ آگاہ نہیں ہیں
پوچھے کوئی ان لوگوں سے جو زیر زمیں ہیں

مٹی کے تلے ان کو بسر ہوتی ہے کیونکر
شب ہوتی ہے کس طرح سحر ہوتی ہے کیونکر

آرام کے خوگر کو ہی سختی کی کہاں تاب
شب کو جو اندھیرا ہو تو ہو جاتا ہے بیخواب

تربت میں کہاں راحت و آرام کے اسباب
جز داغِ جگر روشنیِ شمع ہے نایاب

گھبرائیے کہ وحشت ہو کہیں جا نہیں سکتا
کروٹ بھی بدلنے کی جگہ پا نہیں سکتا

صحبت تھی شب روز کی جن سے وہ کہاں یار
ہمدرد جو حسرت تو مصاحب الم و یاس
وہ قبر کا ڈر پرسشِ احوال کا وسواس
اس ملک سے دنیا میں پھر آنے کی نہیں یاس
دکھلائیں تزک چار دن افلاک کے نیچے
سب شاہ و گدا ایک سے ہیں خاک کے نیچے

انیس

۸۶۔ عبرت

چہکتے ہیں مرغِ چمن کیسے کیسے
کھلے ہیں گل و یاسمن کیسے کیسے
جہاں گل تھے اِک خار بھی اُن نہیں ہے
اُجاڑے خزاں نے چمن کیسے کیسے
ذرا دیکھ عبرت سے سوتے ہیں غافل
مزاروں میں پہنے کفن کیسے کیسے
عدم جا کے ہستی کی یاد آئے گی کیا
اُٹھاتے ہیں رنج و محن کیسے کیسے

لائل

۸۷- کاسۂ سر

جلد۲

کل دامنِ صحرا میں ہم گزری جو وقت صبحدم اک کاسۂ سر پُر الم آیا نظر اپنے وہیں
بولا بفریاد و فغاں کیا دیکھتا ہے او میاں تھے ہم بھی سر بر آسماں گو اب تو ہیں زیرِ زمیں
گل برگ سے نازک بدن سر پاؤں سے رشکِ چمن زرّین و سیمیں پیرہن دلکش مکانوں کے مکیں
دن رات ناز و نعمتیں مہ طلعتوں سے صحبتیں عیش و نشاط و عشرتیں ساقی قراں مطرب قریں
باغ و چمن پیشِ نظر بزمِ طرب شام و سحر ہر سو بکثرت جلوۂ حسنِ بتانِ نازنیں
اک آسماں کی دوسے اک گردشِ فی الفور سے اب سوچئے گا غور سے وہ لحظہ آں و لمحہ ایں
سنتے ہی جی گھبرا گیا رخسار پر اشک آگیا دل عبرتوں سے چھا گیا خاطر ہوئی بس سہمگیں

اس میں سر اپنا ناگہاں ہر مو ہوا مثلِ زباں
بولا نظیرؔ آگہ ہو ہاں، من نیز روزے ہمچنیں

نظیرؔ

۸۸- دنیا و آخرت

تونگر کی طرح درویش کیا مسند بچھا بیٹھو خدا کا جس کو تکیہ ہو وہ کیا تکیہ لگا بیٹھے

جہاں میں یوں تری بنیاد ہے اے دم خاکی
کہ جوں پانی کا اُٹھ کر ایک دم میں بلبلا بیٹھے

شتابی باندھ اسباب سفر اے بے خبر جلدا
ٹلے ہے اب تلک آنکھیں تو پہنچا کارواں آگے

نصیر اس رہ گزر میں جستجو کر بیٹھ مت تھک کر
ملے شاید سراغ نقش پائے رفتگاں آگے

نہیں ہے فکر زادِ راہ کچھ یارانِ محفل کو
یہ اس مہماں سرا میں رہ کے صاحب خانہ ہو بیٹھے

وابستگیٔ دل ہے عبث باغ جہاں سے
عقدہ یہ کھلا اب ہمیں غنچے کی زباں سے

مت پوچھ جنھوں کی کہ نکلتی تھی سواری
نقارۂ واسپ و شتر و فیل و نشاں سے

سو گردش افلاک سے ان کی ہے یہ نوبت
واقف نہیں ہے آہ کوئی نام و نشاں سے

نصیر

۸۹۔ جوگن کی بین

جہاں بیٹھ کر وہ بجاتی تھی بین
تو سننے کو آتے تھے آہوئے چین

بجاتی وہ جوگن جہاں جوگیا
وہاں بیٹھتی خلق دھونی لگا

اُسے سن کے آتا تھا صحرا کو جوش
صدا سے درختوں کو آتا خروش

گُلِ دلنغمہ اس سے جو گرتے ہزار — تو لیتا انھیں دشتِ دامن پسار

کہیں حلقہ حلقہ کہیں تخت تخت — کھڑے ہو گئے گرد اس کے سنتے درخت

جلد ۳

بجاتی تھی جوں جوں وہ بن بن کی بین — خس و خار سنتے تھی بن بن کے بین

نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی جڑی — ہر اک عالمِ شوق میں تھی کھڑی

تماشا نہ دیکھا تھا جو یہ کبھی — دد و دشت غش ہو پڑے تھے سبھی

نہ پانی ہی سن شور اس کا چلے — کنوئیں کے بھی دل میں اٹھے ولولے

نہ چشمے ہی کچھ آبدیدہ رہے — گریبان کر چاک دریا بہے

ہوا بلبل و گل کا یاں تک ہجوم — کہ گرتی تھیں ڈالیاں جھوم جھوم

تحیر کا تھا واں ہر اک کو مقام — زباں کا نکلتا تھا ہاتھوں سے کام

یہ سر جا بجا تھا اس کے دم سے طلسم — بندھا تھا اسی دم قدم سے طلسم

شب و روز سرگشتہ مثلِ صبا

اسی طرح پھرتی تھی وہ جا بجا

قضا را سہانا سا اک دشت تھا — کہ یک شب ہوا اس کا واں بسترا

وہ تھی اتفاقاً شبِ چاردہ — ادا سے وہ بیٹھی وہاں رشکِ مہ

بچھی ہر طرف چادرِ نور تھی — یہی چاندنی اس کو منظور تھی

بچھا مرگ چھالے کو اور لے کے بین / دو زانوں سنبھل کر وہ زہرہ جبیں

کدارا بجانے لگی شوق میں / لگی دست و پا مارنے ذوق میں

کدارا یہ بجنے لگا اس کے ہاتھ / کہ مہ نے کیا دائرہ لے کے ساتھ

بندھا اس جگہ اس طرح کا سماں / صبا بھی لگی رقص کرنے وہاں

وہ سنسان جنگل وہ نورِ قمر / وہ براق سا ہر طرف دشت و در

وہ اجلا سا میدان چمکتی سی ریت / اگا نور سے چاند تاروں کا کھیت

درختوں کے پتے چمکتے ہوئے / خس و خار سارے جھمکتے ہوئے

درختوں کے سایہ سے بلینہ کا ظہور / گرے جیسے چھلنی سے چھن چھن کے نور

گیا ہاتھ سے بین سنکر جو دل / گئے سایہ و نور آپس میں مل

ہوا بندھ گئی اس گھڑی اس اصول / بسیرا گئے جانور اپنا بھول

درختوں سے لگ لگ کی بادِ صبا / لگی وجد میں بولنے واہ وا

کدارے کا عالم یہ تھا اس گھڑی
کہ تھی چاندنی ہر طرف غش پڑی

میر حسن

۹۰۔ محفلِ رقص و سرود

جلد ۳

ہوا حکم گوری کا جو برملا ... لیے ساز اپنے سبھوں نے اٹھا
دیا آسماں پر جو طبلوں کو کھینچ ... ہر اک تھاپ میں ڈل لیا سب کا اینچ
لگی گانے ٹھپّہ وہ اس آن سے ... نکلنے لگی جان ہر تان سے
عجب تان پڑتی تھی انداز سے ... کہ بیکل تھی ہر تان آواز سے
غرض کیا کہوں اس کا میں ماجرا ... عجب طرح کی بندھ گئی تھی ہوا
وہ گانے کا عالم وہ حسنِ بیاں ... وہ گلشن کی خوبی وہ دن کا سماں
گھڑی چار دن باقی اُس وقت تھا ... سہانا ہر اک طرف سایہ ڈھلا
درختوں کی کچھ چھاؤں اور کچھ وہ دھوپ ... وہ دھانوں کی سبزی وہ سرسوں کا روپ
گلابی سا ہو جانا دیوار و در ... درختوں سے آنا شفق کا نظر
وہ سروِ سہی اور آبِ رواں ... وہ مستی سے پانی کا بہنا وہاں
وہ اُڑتی سی نوبت کی دھیمی صدا ... کہیں دور سے گوش پڑتی تھی آ
وہ رقص بتاں اور ستھرا الاپ ... وہ گوری کی تانیں وہ طبلوں کی تھاپ
وہ دل پیسنا ہاتھ پر دھر کے ہاتھ ... اُچھلنا وہ دامن کا ٹھوکر کے ساتھ

نہ انسان ہی کا ہو دل اس میں بند — ہوئے محو سُن کر چرند اور پرند

غرض جو کھڑے تھے کھڑے رہ گئے — اَڑے جس جگہ کو اَڑے رہ گئے

جو پیچھے تھے آگے نہ وہ چل سکے — جو بیٹھے سو بیٹھے نہ پھر ہل سکے

لگی دیکھنے آنکھ نرگس اُٹھا — گلوں نے دیئے کان اودھر لگا

لگے ہلنے آ وجد میں سب درخت — کھڑے رہ گئے سرو ہو کر کرخت

درختوں سے گرنے لگے جانور — بنے مثل آئینہ دیوار و در

بندھا اس طرح کا جو اس جا سماں — ہوا سب کے دل کا عجب حال واں

عجب راگ کو بھی دیا ہے اثر
کہ ہو جائے پتھر کا پانی جگر

میر حسن

۹۱ بلبل

دیدِ گل سے تجھے پڑ جائینگے لالے بلبل — پڑ گئی جب کسی صیاد کے پالے بلبل

کان کھولے ہوئے گل گوش بر آواز ہے آج — دردِ دل جو تجھے کہنا ہو سنا لے بلبل

پھر وہی کنجِ قفس ہے وہی صیاد کا گھر — چار دن اور ہوا باغ کی کھا لے بلبل

دام میں پھنس کے نکلنا ترا ناممکن ہے — تا بہ مقدور پر و بال ہلا لے بلبل
پہلے گلشن کی ہوا دیکھ لے رہ کر چند سے — آشیاں کی تو ابھی طرح نہ ڈالے بلبل
مانگ خالق سے دعا بعد بقائے گل کی — پہلے صیاد سے خیر اپنی منا لے بلبل
دست انداز نہ ہو گل پہ ابھی اے گلچیں — صبر کر صبر ذرا باغ سے جا لے بلبل
کسی غنچہ کو چھوا اور نہ کوئی گل توڑا — گھورتی کیوں ہے مجھے آنکھ نکالے بلبل
نہ رہی بوئے وفا ایک بھی گل میں باقی — اب تو اس باغ سے اللہ اٹھا لے بلبل
نہ رہے گل ہی گلستاں میں جو تھے زینت افزا — اڑ گئے سب ترے پہچاننے والے بلبل
کس طرف جائے گی برداشتہ خاطر ہو کر — باغ کیوں کرتی ہے گلچیں کے حوالے بلبل

دم بدم سینۂ سوزاں سے نہ کر نالہ گرم
پڑ نہ جائیں تری منقار میں چھالے بلبل

رنیل

۹۲۔ فغانِ بلبل

جہاں گیا میں گیا دام لے کے اے صیاد — پھر اب تلاش ہے میری کہاں کہاں صیاد
دکھایا کنج قفس مجھ کو آب و دانہ نے — وگرنہ دام کہاں میں کہاں کہاں صیاد

اُجاڑا موسمِ گُل ہی میں آشیاں میرا
الٰہی ٹوٹ پڑے تجھ پہ آسماں صیّاد

چمن میں رکھا نہ بلبل کا نام تک باقی
خدا کرے یونہیں ہو جایے بے نشاں صیّاد

قفس کو شام سے لٹکا کے فرشِ خواب کے پاس
سُنا کیا مری تا صبح داستاں صیّاد

کریگا یاد مرے زمزموں کو بعد مرے
ہو چند روز ترے گھر میں مہماں صیّاد

دکھائیگا نہ اگر سیرِ بوستاں صیّاد
پھڑک پھڑک کے قفس ہی میں دونگا جاں صیّاد

رہے نہ قابلِ پرواز بال و پر میرے
قفس سے اُڑکے میں اب جاؤنگا کہاں صیّاد

پروں کو کھول دے ظالم جو بند کرتا ہے
قفس کو لے کے میں اُڑ جاؤنگا کہاں صیّاد

میں جھانکتا نہیں چاکِ قفس سے بھی گل کو
نہ ہوئے تا مری جانب سے بدگماں صیّاد

ہزار مرغِ خوش الحاں چہکتے ہیں ہر سو
بہارِ چمن ہوا اب تو ترا مکاں صیّاد

ستم زیادہ نہ کر حکم دے رہائی کا
پکارتے ہیں گرفتار الاماں صیّاد

(انلسا)

۹۴ پیام

دور افتادۂ یارانِ گلستانِ وطن
تجھکو پیغام یہ اے بادِ صبا دیتے ہیں

ہم صفیروں سے یہ کہنا کہ گرفتارِ قفس — یاد کرتے ہیں تمھیں اور دعا دیتے ہیں

جلد ۳

تم ہمیں بھول گئے یہ تو نہ تھی شرطِ وفا

دیکھنا تو کہ جواب اس کا وہ کیا دیتے ہیں

۹

۴۹ بلبل و صیاد

جسے کہ یاد نہ ہو اپنا آشیاں صیاد — بھلا وہ خاک کہے حالِ بوستاں صیاد

عبث عبث تو نہ ہو مجھ سے بدگماں صیاد — کھلی ہے کنجِ قفس میں مری زباں صیاد

میں ماجرائے چمن کیا کروں بیاں صیاد

خراب تھا مرے ہمراہ سایہ ساں صیاد — چمن میں تھا کبھی بن میں یاں واں صیاد

غرض کہ ساتھ ہی پہنچا جہاں تہاں صیاد — جہاں گیا میں گیا دام لے کے واں صیاد

پھر اب تلاش میں میری کہاں کہاں صیاد

کچھ اور مجھ کو شکایت نہیں یہی ہے گلا — بہار کیا کہ خزاں میں چھوا نہ اک تنکا

عبث یہ او ستم ایجاد کیوں غضب توڑا — اجاڑا موسمِ گل ہی میں آشیاں میرا

الٰہی ٹوٹ پڑے تجھ پر آسماں صیاد

بیاں کر نہیں سکتا جو میری حالت ہے   حواس باختہ ہوں مجھ پر اک مصیبت ہے
جلد ابھی ہوں تازہ گرفتار زور وحشت ہے   عجیب قصہ ہے دلچسپ اک حکایت ہے
سناؤں گا گل و بلبل کی داستاں صیاد

کلام کرتا ہے وہ دل کو جو خوش آتا ہے   حکایت گل و بلبل مجھے سناتا ہے
ہر ایک بات میں سو سو طرح لبھاتا ہے،   اُداس دیکھ کے مجھ کو چمن دکھاتا ہے
کئی برس میں ہوا ہے مزاج داں صیاد

خدا گواہ ہے تعریف ہو نہیں سکتی،   زیادہ گھر سے ہے راحت مجھے قفس میں بھی
کب اس کی ذات سے اتنی مجھے توقع تھی   عزیز رکھتا ہے کرتا ہے خاطریں میری
ملا ہے خوبی قسمت سے قدرداں صیاد

(ناظر)

۹۵۔ غربت

ہوتے ہیں بہت رنج مسافر کو سفر میں   راحت نہیں ملتی کوئی دم آٹھ پہر میں
مشغول ہو پر دھیان لگا رہتا ہے گھر میں   پھرتی ہے سدا شکل عزیزوں کی نظر میں
سنگ غم فرقت دلِ نازک پہ گراں ہے
اندوہ غریب الوطنی کاہشِ جاں ہے

ہمراہ سفر میں ہوں اگر حامی و ناصر　　منزل پہ کمر کھول کے سوتے ہیں مسافر
جب ہو سفرِ خوف و پریشانیِ خاطر　　شب جاگتے ہی جاگتے ہو جاتی ہے آخر

ہر طرح مسافر کے لئے رنج و تعب ہے
رہ جائے پسِ قافلہ تھک کر تو غضب ہے

دُکھ دیتے ہیں ایک ایک قدم پاؤں کے چھالے　　منزل پہ پہنچنے کے بھی پڑ جاتے ہیں لالے
ہاتھوں سے اگر بیٹھ کے کانٹوں کو نکالے　　ڈر ہے کہ نہ بڑھ جائیں کہیں قافلے والے

واماندوں کے لینے کو بھی آتا نہیں کوئی
تھک کر بھی جو بیٹھے تو اُٹھاتا نہیں کوئی

انیسؔ

۹۶۔ حکمت

جادۂ راہِ بقا غیر از فنا ملتا نہیں　　ہے خودی جب تک کہ انساں میں خدا ملتا نہیں
جستجو رہتی ہے دولت کا پتہ ملتا نہیں　　سر پھرا کرتا ہے پر ظلِ ہما ملتا نہیں
دے جو محتاجوں کو دنیا ہو گئی رخصت ابھی　　ڈھونڈھتا ہے خاک میں قاروں گدا ملتا نہیں
المدد موقع مدد کا ہے یہ اے بادِ مراد　　ڈوبتی ہے اپنی کشتی ناخدا ملتا نہیں

ڈھونڈھتے پھرتے ہیں ہم صحرا میں مثلِ گردباد — منزلوں یارانِ رفتہ کا پتہ ملتا نہیں

گمرہی خود منزلِ مقصود کی ہے رہنما — خضر رل جاتے ہیں جس کو راستہ ملتا نہیں

آدمی کیوں طالبِ راحت ہو دورِ چرخ میں — چین دانے کو بہ زیرِ آسیا ملتا نہیں

گلشنِ ہستی میں اب ایسا مروت کا ہے قحط — نخل کو پانی پئے نشو و نما ملتا نہیں

شکلِ آئینہ نہ پوچھو میری حیرت کا سبب — خلق صورت میں ہے معنی آشنا ملتا نہیں

حق اگر پوچھو تو یہ بھی نسخۂ اکسیر ہے — چھانتے ہیں خاک سب مضموں نیا ملتا نہیں

رو کے مانگ اللہ سے چاہے جو وسعت رزق کی — شیر دایہ طفل کو بھی بے بکا ملتا نہیں

شاعرانِ حال کیا مضمون نو پائیں اسیر — ڈھونڈھتے ہیں یہ تخلص بھی نیا ملتا نہیں

سمجھے ہیں مجھ کو وحشیِ نازک مزاجِ طفل — پھولوں سی جائے سنگ ہیں دامن بھرے ہوئے

کیسا سیاہ خانہ ہمارا ہے خوفناک — آتے ہیں مہر و ماہ تو اس میں ڈرے ہوئے

وحشت کا رعب بعدِ فنا بھی وہی رہا — آئے جو قبر میں تو فرشتے ڈرے ہوئے

زیرِ فلک بھی ظلمِ فلک سے نہیں نجات — مُردوں کی چھاتیوں پہ ہیں پتھر دھرے ہوئے

مزدور اگر نہیں ہیں تو کیا ہیں یہ بادشاہ — سارے جہاں کا بوجھ ہیں سر پر دھرے ہوئے

غیروں کی قدر کرتے ہو کیا خوب ہے سمجھ — کھوٹے جو تھے تمہاری نظر میں کھرے ہوئے

سینے میں رنگ رنگ کی مضموں نہیں اسیر
صندوق ہیں یہ لعل و گہر سے بھرے ہوئے

جلد ۲

اسیر

۹۷- حسنِ تکرار

ترے پر سے جھڑنے لگے شرر نہ تڑپ تو بلبلِ زار بس
جلے گا قفس جلے گا قفس جلے گا قفس جلے گا قفس

کوئی کارواں جو نکل گیا سوئے نجد تو قیس یوں بول اٹھا
وہ بجا جرس وہ بجا جرس وہ بجا جرس وہ بجا جرس

تو شہید ابر سیہ سے کہہ وہ شراب پیتے ہوں جس جگہ
وہیں جا برس وہیں جا برس وہیں جا برس وہیں جا برس

شہید

۹۸- اور ہے

گرمیِ بازار آہ دیکھ دلا اور ہے   کل کی ہوا اور تھی آج ہوا اور ہے

اے ستم ایجاد ہم تجھ سی کہاں تلک کہیں　　طرزِ جفا اور ہے رسمِ وفا اور ہے

دامنِ گُل تو نے گو چلتے ہوئے چھو لیا　　بات لگاوٹ کی پر بادِ صبا اور ہے

اس کے تڑپنے کو اب تُو ہی سی پوچھے کوئی　　یہ دلِ بیتاب ہے قبلہ نما اور ہے

بیشِ اطبا اب مجھے لے تو چلے ہو ولے

مجھ کو ہی آزارِ عشق اس کی دوا اور ہے

نصیر

۹۹۔ غزلیات درد

جگ میں آ کر اِدھر اُدھر دیکھا　　تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

جان سے ہو گئے بدن خالی　　جس طرف تو نے آنکھ بھر دیکھا

نالہ فریاد آہ اور زاری　　آپ سے ہو سکا سو کر دیکھا

ان لبوں نے نہ کی مسیحائی　　ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

زور عاشق مزاج ہی کوئی

درد کو قصہ مختصر دیکھا

جگ میں کوئی نہ ٹک ہنسا ہو گا　　کہ نہ ہنسنے میں رو دیا ہو گا

جلد۲

اس نے قصداً بھی میرے نالہ کو — نہ سنا ہوگا گر سنا ہوگا

دیکھئے غم سے اب کے جی میرا — نہ بچے گا بچے گا کیا ہوگا

دل زمانہ کے ہاتھ سے سالم — کوئی ہوگا کہ رہ گیا ہوگا

حال مجھ غمزدے کا جس جس نے — جب سنا ہوگا رو دیا ہوگا

دل کے پھر زخم تازہ ہوتے ہیں — کہیں غنچہ کوئی کھلا ہوگا

یک بیک نام لے اٹھا میرا — جی میں کیا اس کے آ گیا ہوگا

میرے نالوں پہ کوئی دنیا میں — بن کئے آہ کم رہا ہوگا

لیکن اس کو اثر خدا جانے — نہ ہوا ہوگا یا ہوا ہوگا

دل بھی اے دردؔ قطرۂ خوں تھا
آنسوؤں میں کہیں گرا ہوگا

درد

غزل

دم بلبل اسیر کا تن سے نکل گیا — جھونکا نسیم کا جو قفس سے نکل گیا

لایا وہ ساتھ غیر کو میرے جنازہ پر — شعلہ سا ایک جیب کفن سے نکل گیا

ساقی بغیرِ شب جو پیا آبِ آتشیں | شعلہ وہ بن کے میرے دہن سے نکل گیا
اس رشکِ گل کی جاتے ہی بس آگئی خزاں | ہر گل بھی ساتھ ہو کے چمن سے نکل گیا
اہلِ زمیں نے کیا ستم نو کیا کوئی | نالہ جو آسمانِ کہن سے نکل گیا

سُن سان مثل وادیِ غربت ہی لکھنؤ
شاید کہ ناسخ آج وطن سے نکل گیا

ناسخ

۱۰۱ غزل

سُن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا | کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا
زیرِ زمیں سے آتا ہے جو گل سو زر بکف | قاروں نے راستہ میں لُٹایا خزانہ کیا
اُڑتا ہے شوقِ راحتِ منزل سے اسپِ عمر | مہمیز کس کو کہتے ہیں اور تازیانہ کیا
چاروں طرف سے صورتِ جاناں ہو جلوہ گر | دل صاف ہو ترا تو ہے آئینہ خانہ کیا
طبل و علم ہی پاس ہے اپنے نہ ملک و مال | ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا
آتی ہے کس طرح سے مری قبضِ روح کو | دیکھوں تو موت ڈھونڈھ رہی ہے بہانہ کیا
صیّاد و گلعذار دکھاتا ہے سیرِ باغ | بلبل قفس میں یاد کرے آشیانہ کیا

صیاد اسیرِ دامِ رگِ گُل ہے عندلیب　　دکھلا رہا ہے چھپ کے اسے آب و دانہ کیا

جلد ۳

یاں مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے
آتشؔ غزل یہ تونے لکھی عاشقانہ کیا

آتشؔ

۱۰۲۔ گلزارِ نشاؔ

ہو کر و چار بات وہ کیا کر سکے بھلا　　ہو جس نے پاؤں کی تری آہٹ سنی غش کیا
ساقی کی انکھڑیوں نے مجھے بادہ کش کیا　　چتوں کو اس کی دیکھ کے نرگس نے غش کیا

زاہد مرے مولا کے اسرار نہیں پاتا　　غافل اسے کیا پاوے ہشیار نہیں پاتا
گو وعدہ کیا تم نے ور کھائی قسم لیکن　　تسکین دل اپنا کچھ اے یار نہیں پاتا

جگر کی آگ بجھے جلد جس سے وہ شے لا　　لگا کے برف میں ساقی صراحی مے لا

قدم کو ہاتھ لگاتا ہوں اٹھ کہیں گھر چل　　خدا کے واسطے اتنے تو پاؤں مت پھیلا
نکل کے وادیٔ وحشت سے دیکھ اے مجنوں　　کہ زور دھوم سے آتا ہے ناقۂ لیلا
گرا جو ہاتھ سے فرہاد کے کبھی تیشہ　　درونِ کوہ سے نکلی صدا کہ اے وا ویلا
نزاکت اس گل رعنا کی دیکھیو نشاؔ
نسیم صبح جو چھو جائے رنگ ہو میلا

یہ جو مہنت بیٹھے ہیں رادھا کے کنڈ پر — اوتار بن کے گرتے ہیں پریوں کی جھنڈ پر

اے موسم خزاں لگے آنے کو تیرے آگ — بلبل اداس بیٹھی ہے اک سوکھے ڈنڈ پر

گلبرگ تر سمجھ کے لگا بیٹھی ایک چونچ — بلبل ہمارے زخم جگر کے کھرنڈ پر

مجھے رونا آتا ہے شمع سحر پر — کہ بیچاری اب مستعد ہے سفر پر

نادان کہاں طرب کا سرانجام اور عشق — کچھ بھی تجھے شعور ہے آرام اور عشق

اسباب کائنات سے بس ہو کے بے نوا — انشا نے انتخاب کیا جام اور عشق

وہ جو سردار تھے اگلے زمانہ کے بڑے ستم — یہ ان کا حال ہے اب عالم بے روزگاری میں

پڑے سونا کھرچتے ہیں کسی ٹوٹے سی چاقو سے — کہیں جو رہ گیا ہے پاؤ کوڑی بھر کناری میں

جو دو پیسے کی ڈولی پر کہیں جاتے ہیں چڑھ کر تو — پرانی شال دیتے ہیں کہاروں کو کہاری میں

کفالت رزق کی کس سے کسی کی ہو بھلا انشا — صفت مخصوص ہے یہ تو فقط اس ذات باری میں

آج عاشق کو ترے قبر میں رکھتے ہیں جو لوگ — دفن اک زلزلہ ہوتا ہے زمیں کی تہ میں

شیخ و برہمن دیر و حرم میں ڈھونڈھتے ہو کیا لا حاصل
موحد کے آنکھیں دیکھو تو ہے ساری خدائی سینے میں

حضرت دل تو کب کے سدھارے خوب جو ڈھونڈا انشا نے
ایک دھواں سا آہ کا اٹھا خاک نہ پائی سینے میں

فائدہ دل سے ہے تڑپ چھٹ جس سے کچھ حاصل نہ ہو
کاش ساتوں دوزخیں پہلو میں ہوں پر دل نہ ہو

جلد۳

عشق کا دریا وہ دریا ہے کہ عمرِ خضر بھی،
صرف گر ہو جائے تو پیدا کبھی ساحل نہ ہو

گرچہ ہم سخت گنہگار ہیں لیکن واللہ   دل میں جو ڈر ہے ہیں ہے اُسی ڈر کا تکیہ

آتا ہی یہی جی میں کہ دستار گرو رکھ   پھر آج ذرا سیرِ خرابات کی ٹھہرے

افشاں کا وہ عالم ہے اس چاند سے مکھڑے پر   جوں وقتِ سحر انشا سورج کی کرن نکلے

غصہ میں ترے ہم نے بڑا لطف اُٹھایا   اب تو عمداً اور بھی تقصیر کریں گے

جھڑکی سہی ادا سہی چینِ جبیں سہی   یہ سب سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی
مرنا مرا جو چاہے تو لگ جا گلے سے ٹک   اب کا ہی دم یہ میرا دمِ واپسیں سہی
آگے بڑھے جو جاتے ہو کیوں کون ہے یہاں   جو بات ہم کو کہنی ہے تم سے نہیں سہی

انشا نشانِ قافلہ کی کچھ خبر نہ پوچھ
بانگِ جرس ہے اور وہی گردِ سوہے

[انشا]

۱۰۳۔ گلزار حسن

جلد۳

نے ہوں چمن کا مائل نہ گل کی رنگ و بو کا
رنگ وفا ہو جس میں بندہ ہوں اُس کی خو کا

خاموش ہی رہا وہ ہرگز حسن نہ بھولا
جس کو مزا پڑا کچھ اس لب کی گفتگو کیا

حسن بھی آدمی ہی کچھ خفا جس سے ہوئے تم
خراباتی جنونی باؤلا سودائی آوارہ

کیسی وفا کہاں کی محبت کدھر کی مہر
واقف ہی تو نہیں ہو کہ ہوتا ہے پیار کیا

جس جا پہ تم نے باتیں کی تھیں کھڑے ہو اک دن
جب دیکھنا وہ جا گہ بے اختیار رونا

غیروں میں جو ہم پہ وہ غضب تھا
کیا جانئے اس کا کیا سبب تھا

تھے محو خیال۔ رات اس سے
باتوں کا ہمیں دماغ کب تھا

کیا جانئے حسن تھا یاں کون؟ اس کی آگے
احوال کوئی اپنا رو رو کے کہہ رہا تھا

آ گئے تب بیٹھتا ہی وہ ہم پاس
آپ میں جب ہمیں نہیں پاتا

زندگی نے وفا نہ کی ورنہ
میں تماشا وفا کا دکھلاتا

میں تو جاتا ہی آپ سے لیکن
تیرے کہنے سے اب نہیں جاتا

سب یہ باتیں ہیں چاہ کی ورنہ
اس قدر تو نہ ہم پہ جھنجھلاتا

نہ رہتی تھیں آہیں نہ تھمتے تھے آنسو   حسن تجھ کو کیا رات غم تھا کسی کا

کیا جانے اسکے جی میں کیا کچھ خیال گزرا   کچھ آپ ہی آپ اپنے دل پر ملال گزرا

جس نے کہ مے عشق سے اک جام نہ پایا   اس دور میں اس نے تو کبھی نام نہ پایا

ہر ایک بدایت کی نہایت ہی ولیکن   اس عشق کے آغاز کا انجام نہ پایا

مطلب کچھ اور عشق سے تھا۔ کام کچھ ہوا   آغاز اس کا کچھ ہوا انجام کچھ ہوا

بندہ بتوں کا کس کے کہے سے ہوا یہ دل   حق کی طرف سے کیا اُسے الہام کچھ ہوا

پوچھ مت کچھ کمال ہم سے حسن   بے کمالی کمال ہے اپنا

گو بھلے سب ہیں اور ہیں بعض بُرا   کیا بھلوں میں برا نہیں ہوتا

دل جدا گر ہوا حسن تو کیا   وہ تو دل سے جدا نہیں ہوتا

بھلی ہے مجلس دنیا میں سچ پوچھو تو بے ہوشی

کہ متوالا وہی اس بزم میں ہے جو ہی متوالا

ذرا انصاف سے کہیو تو زاہد دیکھ کر اس کو

بھلا ہو گا کہاں جنت میں یہ آفت کا پرکالا

اظہار خموشی میں سو طرح کی ہے فریاد   ظاہر کا یہ پردا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

شاہ ہووے غلام کا بندہ   کون پوچھے ہے عاشقی میں ذات

آخر تو کہاں کوچہ ترا اور کہاں ہم — کر لیویں یہاں بیٹھ کے اک آہ حزیں اور

جلد ۳ بھولے سے تو نے پیار کی اک دن کہی تھی بات

روتا ہوں دل ہی دل میں اسے یاد کر ہنوز

شکر صد شکر کہ عقدے یوں ہی حل ہوتے ہیں

کام پہنچا نہ ہمارا کبھی تدبیر تلک

میں بھی اک معنی پیچیدہ عجب تھا کہ حسنؔ

گفتگو میری نہ پہنچی کبھی تقریر تلک

مر گئے دن ہی کو ہم ہجر میں صد شکر حسنؔ

کام پہنچا نہ ہمارا شب دیجور تلک

دیکھا جو واں نہ اس کو گماں سو طرف گیا — آئے نہ ہوتے کاش کے ہم کوئے یار تک

پہچان جائے گا کہیں جو تجھ کو درد مند — حسرت سے تو اسے نہ حسنؔ بار بار تک

کچھ جو ٹھہرے تو تجھ کو بتلاؤں — اس دلِ زار و بے قرار کا رنگ

ہجر کی شب نہ دیکھی ہو جس نے — آن کر دیکھے زلفِ یار کا رنگ

پایا ہے بیکسی میں عجب میں نے یار دل

میں دل کا غمگسار۔ میرا غمگسار دل

وہ دن گئے کہ گل کی طرح تھا کھلا ہوا
پہلو میں اب تو کھٹکے ہے مانند خار دل

جلد ۳

بس وہی اک نالہ بھر کر چپ رہا سو چپ رہا
اب بھی سنتے ہو کہیں دل کی مرے فریاد تم

پھر چھیڑا حسن نے اپنا قصہ
بس آج کی شب بھی سو چکے ہم

اس کے جب کوچے میں جاتے ہیں تو ہی واں کی یہ چال
سو بہانے کرتے ہیں تب اک اٹھاتے ہیں قدم

آرزو دل کی بر آئی نہ حسن وصل میں اور
لذت ہجر کو بھی مفت میں کھو بیٹھے ہم

دروازہ گو کھلا ہی اجابت کا اے حسن
ہم کس کس آرزو کو خدا سے طلب کریں

غیروں کی بات کیا کہوں اسکی تو یاد میں
اپنا بھی مجھ کو دھیان کبھی ہی کبھی نہیں

ہوتی نہیں تسلی دل کو ہمارے جبتک
دو چار بار اس کے کوچے سی ہو نہ نکلیں

ہم نہ ہنستے ہیں اور نہ روتے ہیں
عمر حیرت میں یونہی کھوتے ہیں

وصل ہوتا ہے جن کو دنیا میں
یا رب ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں

جو چاہی آپ کو تو اسے کیا نہ چاہیئے
انصاف کر تو چاہیئے یہ یا نہ چاہیئے

کبھی تیرے بھی دل میں یہ گزرتی ہی کہ میں ناحق
بھلا دل پر حسن کی اتنا کیوں بیداد کرتا ہوں

سماں تھا کل عجب ہونے سی تیرے شوخ محفل میں — کہ سو آرزوئیں مضطرب پھرتی تھیں دل میں

جلد آتھمیں جو دل نہ لگاویں تو پھرا داس پھریں — وگر لگاویں تو مشکل کہ بے حواس پھریں

تجھے جس گھڑی اے صنم دیکھتے ہیں — جھمکڑا خدائی کا ہم دیکھتے ہیں

عدم عین ہستی ہوا ہے انہی کو — جو ہستی کو اپنے عدم دیکھتے ہیں

مزا بیہوشی و الفت کا ہشیاروں سی مت پوچھو — عزیزاں خواب کی لذت کو بیداروں سی مت پوچھو

ترے ہمنام کو جب کوئی پکارے ہے کہیں — جی دھڑک جاتا ہی میرا کہ کہیں تو ہی نہ ہو

غیر کو تم نہ آنکھ بھر دیکھو — کیا غضب کرتے ہو ادھر دیکھو

دیکھنا زلف و رخ تمھیں ہر وقت — شام دیکھو نہ تم سحر دیکھو

جس طرح وہ پھرتا ہی مرے دلمیں الٰہی — دیکھا کروں آنکھوں سے وہ رفتار ہمیشہ

ہمدم نہ پوچھ مجھ سی غرض اک بلا ہی وہ — جور و برو ہوا اس کے سو جانے کہ کیا ہی وہ

ہجراں تو ہی۔ پر نہیں معلوم کچھ ہمیں — ہم آپ سے جدا ہیں کہ ہم سی جدا ہی وہ

دید وا دید کو غنیمت جان — حاصل زندگی یہی تو ہی

بیٹھے ہیں جب تلک تب ہی تک دور ہے عدم
چلنے کو جب ہوئے۔ تو پھر اک دم کی جست ہی

جب وہ آوے تو اس سے کہیو حسن — مرگ انتظار سے اب کے"

یار گر اپنے پاس ہو جاوے — زندگی کی پھر آس ہو جاوے

تیرے ناقہ کے ہمرہ سہل ہی منزل کو طے کرنا — جو یہ صورت نہ ہو تو ایک ہی فرسنگ مشکل ہی

غیر سی شکوہ و شکایت کچھ نہیں دل کی کہہ — شاد تیرے ہاتھ سے ناشاد تیرے ہاتھ سے

واں ٹک کسی نی ہنس کی کہیں اس سی بات کی — یاں جی لگا نکلنے کہ یہ بات کیا ہوئی

غیرت تو لے چلی تھی گلی سے تری ہمیں — پر دل کے کہنے سننے سی کچھ پھر سنبھل گئی

جس شخص کی ہو زیست فقط نام سی تیرے — اس شخص کا کیا حال ہو پیغام سے تیرے

چشم تر رات مجھکو یاد آئی، — اپنی اوقات مجھکو یاد آئی

نالۂ دل پہ آہ کی میں نے — بات پر بات مجھکو یاد آئی

دیکھ روتے حسن کو شدت سے

پر کی برسات مجھکو یاد آئی

تجھے ہوش اپنا نہیں بیخبر — مرے حال ہی کب تو آگاہ ہی

بس ہے اتنا ہی تیرا پیار مجھے — "او حسن" کہہ کے تو پکار مجھے

لئے جاتی ہی ہوش سے ہر دم — تیری یہ چشم پر خمار مجھے

جی تو ایسا ہی خفا تھا کہ نہ ملئے گا کبھو

پر ترے ہنس کے لپٹ جانے میں ناچار ملے

اب جیسے اک حسن سے ہنسے تھے تو ہنس لئے

جلد ۲

پر اس طرح ہر ایک سے ٹھٹا نہ چاہیئے

کیا ہنسے اب کوئی اور کیا رو سکے دل ٹھکانے ہو تو سب کچھ ہو سکے

دریا میں ڈوب جائے کہ یا چاہ میں پڑے
اے عشق پر نہ کوئی تری راہ میں پڑے

حسن

جذباتِ فطرت

جلد سوم

ضمیمہ

شعرا اور اُن کا کلام

استدعا - ذیل میں شعرا کے متعلق جو جو حالات دریافت طلب ہیں - اگر کوئی صاحب اُن سے مطلع فرمائیں گے تو باعث شکرگزاری ہوگا-

---

ضمیمہ جلد۳ صفحہ

(۲) آتش: خواجہ حیدر علی صاحب مرحوم

ولادت ۱۷۶۷ء وطن لکھنؤ وفات ۱۸۴۷ء مدفن لکھنؤ

(۳) اسیر: نواب سیّد مظفر علی خاں بہادر

وطن امیٹھی ضلع لکھنؤ وفات ۱۲۹۹ھ

(۴) امانت:

(۵) انشاؔ: انشاء اللہ خاں صاحب مرحوم

وطن دلی وفات ۱۲۳۳ھ مدفن لکھنؤ

(۶) انیس: میر ببر علی صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۱۶ھ وطن فیض آباد وفات ۱۲۹۱ھ مدفن لکھنؤ

صفحہ ضمیمہ جلد ۳

صفحہ

ولادت ۱۲۲۰ھ وطن دلی وفات ۱۲۹۲ھ مدفن لکھنؤ

(۱۰) درد: خواجہ محمد میر صاحب مرحوم

ولادت ۱۱۳۱ھ وطن دلی وفات ۱۱۹۹ھ مدفن دلی

(۱۱) سراسیمہ: شیخ غلام علی صاحب مرحوم

وطن عظیم آباد وفات ۱۲۴۰ھ مدفن عظیم آباد

ضمیمہ جلد ۳

صفحہ

(۱۶) صابر:

(۱۷) قائم: قیام الدین صاحب مرحوم

وطن چاند پور ضلع بجنور - وفات ۱۷۹۴ء

(۱۸) قدرت: قدرت اللہ صاحب مرحوم

وطن دلی - وفات ۱۲۰۵ھ

(۱۹) مرزا شوق: حکیم تصدق حسین صاحب مرحوم عرف نواب مرزا

وطن لکھنؤ - وفات ۱۸۷۱ء

صفحہ ضمیمہ جلد۳

(۲۰) مسلم: محمد مسلم صاحب

وطن عظیم آباد

(۲۱) مصحفی: شیخ غلام ہمدانی صاحب مرحوم

وطن امروہہ ۔ وفات سنہ ۱۲۴ھ

صفحہ ضمیمہ جلد۳

ضمیمہ جلد۳ (۲۲) ممنون: میر نظام الدین صاحب مرحوم

وطن دلی - وفات ۱۸۴۴ء

(۲۳) مومن: حکیم مومن خاں صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۳۱ھ - وطن دلی - وفات ۱۲۶۵ھ - مدفن دلی

(۲۴) مونس: میر نواب صاحب مرحوم

وطن فیض آباد

(۲۵) مہر: مرزا حاتم علی صاحب مرحوم

صفحہ ضمیمہ جلد ۳

صفحہ

(۳۱) ولی دکنی : ولی محمد صاحب مرحوم

ولادت ۱۰۶۸ھ ۔ وطن اورنگ آباد ۔ وفات ۱۱۴۲ھ ۔ مدفن احمد آباد

(۳۲) ہوس : مرزا محمد تقی خاں صاحب مرحوم لکھنوی

ضمیمہ جلد۳

صفحہ

سلسلۂ دعوت صدق

اسرارِ حق

مؤلفہ

محمد الیاس برنی ایم اے ایل ایل بی (علیگ) حیدر آباد دکن

آیات قرآنیہ احادیث نبویہ ارشادات صدیقین و اکابر دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان سب کا نہایت جامع اور مربوط انتخاب اور اُن کے مقابل یورپ کے جدید سائنس و فلسفہ کی انتہائی تحقیقات کا لُبِّ لباب۔ خود بخود اسلام کی صداقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔

جدید سائنس و فلسفہ کا اقرار نارسائی اور احساس ایمان بالغیب۔ اسلام میں علم باطن توحید اور اس کے مقامات احادیث کی رفعت اور عبدیت کی نزاکت نبوت اور ولایت کے مراتب کشف و کرامات کی ماہیت اور دیگر معارف متعلقہ ایک ہی نظر میں اسلام کی روحانی تعلیم کا عجب نظام دل نشین ہوتا ہے اور کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَھُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّھِمْ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ۝

جن علوم کو اللہ جل شانہٗ صدق اور جن کے عالموں کو صادقین و صدیقین سے ہی تعبیر فرماتا ہے اور جو اسلامی ادب میں بالعموم تصوف اور صوفی کہلاتے ہیں ان کی تحقیق اور تصدیق میں بعض لحاظ سے یہ اپنے طرز کی پہلی کتاب ہے قابل دید حجم تقریباً ۴۰۰ صفحہ جلد پاکیزہ قیمت صرف تین روپیہ (سے ر) علاوہ محصول۔

معاشیات

(۱) **علم المعیشت**۔ اکنامکس (Economics) پر اُردو میں یہ سب سے پہلی نہایت مستند اور جامع کتاب ہے۔ مشکل سے مشکل معاشی اُصول و مسائل کو ایسے سلیس اور دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ کتاب کے مطالعہ سے نہ صرف مضامین بخوبی ذہن نشین ہو جاتے ہیں بلکہ خاصی تفریح حاصل ہوتی ہے۔ خوبی مضامین کی بدولت ہندوستان کے ہر حصہ میں یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے۔ لطف یہ کہ یونیورسٹیوں میں اکنامکس کے متعلم بیسیوں ضخیم انگریزی کتابوں کو چھوڑ کر اس کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال (جو خود بھی معاشیات کے بڑے عالم ہیں) تحریر فرماتے ہیں کہ "آپ کی کتاب علم المعیشت اُردو زبان پر ایک احسان عظیم ہے۔ اور مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہے کہ اکنامکس پر اُردو میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے۔ اور ہر لحاظ سے مکمل"۔ ضخامت تقریباً ۰۰۹ صفحہ خوشنما جلد بسلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اُردو دوسرا ایڈیشن بنظر ثانی شائع ہوا ہے۔ " " " " " " " " صر

(۲) **معیشت الہند**۔ ہندوستان کے گوناگوں معاشی حالات جن کا جاننا ملک کی

اصلاح و ترقی کے واسطے از حد ضروری ہی۔ کافی تحقیق اور تنقید کے بعد بہت سلیس اور دلچسپ طرز پر علمی پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں یہ بھی اُردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ہی۔ علم المعیشت میں معاشیات کے جو اُصول و مسائل بیان ہوئے ہیں اس کتاب کے ذریعہ سے ان کا ہندوستان میں عمل درآمد دکھایا گیا ہی۔ یہ دونوں کتابیں جامعہ عثمانیہ کی بی اے کلاس کے نصاب میں داخل ہیں۔ ضخامت تخمیناً ۹۰۰ صفحہ خوشنما جلد۔ منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہو رہی ہی۔

(۳) **مالیات** ۔ پبلک فنانس (Public finance) پر اُردو زبان میں یہی سب سے پہلی مستند اور جامع کتاب ہی مہذب اور ترقی یافتہ سلطنتوں کے ہاں آمدنی کے کیا کیا ذرائع اور خرچ کی کیا کیا مدیں ہیں اور محاصل و مصارف کا انتظام کس نہج پر قایم ہی۔ سلطنتوں کی مالی ترقی اور مرفہ الحالی کے کیا اسباب ہیں اور اُن کا کیوں کر عمل درآمد ہوتا ہی یہ تمام دقیق اور اہم مباحث نہایت سلیس اور دلچسپ طرز پر علمی پیرایہ میں پیش کیے ہیں۔ ہندوستان کے قومی رہبروں اور مدبروں کو اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید بلکہ از حد ضروری ہی۔ ضخامت تخمیناً ۴۰۰ صفحہ خوشنما جلد (زیر تالیف)

(۴) **مقدمات المعاشیات** ۔ مورلینڈ صاحب کی انگریزی کتاب انٹروڈکشن ٹو اکنامکس (Introduction to Economics) کا سلیس

اور با محاورہ اُردو ترجمہ جس میں معاشیات کے ابتدائی اُصول و مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب جامعہ عثمانیہ میں ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہے۔ ضخامت تقریباً ۵۰۴ صفحہ۔ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

(۵) **معاشیات ہند**۔ مسٹر پرمتھ ناتھ بنرجی کی انگریزی کتاب انڈین اکنامکس (Indian Economics) کا سلیس اور با محاورہ اُردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر ہندوستان کے معاشی حالات بیان کیے گئے ہیں یہ کتاب جامعہ عثمانیہ کی ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہے۔ ضخامت تقریباً ۴۰۰ صفحہ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

(۶) **برطانوی حکومت ہند**۔ انڈرسن صاحب کی انگریزی کتاب برٹش اڈمنسٹریشن ان انڈیا (British Administration in India) کا سلیس اور با محاورہ اُردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر حکومت ہند کا طریق بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب بھی جامعہ عثمانیہ میں ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہے۔ ضخامت تقریباً ۵۰۲ صفحہ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ محمد مقتدی خان شروانی علیگڑھ

Professor Elyas Burny's Other Urdu Works

1. **Ilmul-Maeeshat**—On Principles of Economics—over 800 pp.

2. **Maeeshat-ul-Hind**—On Indian Economics—about 800 pp. (in press)

3. **Malyat**—On Public Finance—about 500 pp. (under preparation)

4. **Mukaddamat-ul-Maashiyat**—Translation of Moreland's Introduction to Economics.

5. **Hindustani Maashiyat**—Translation of Banerjee's Indian Economics.

6. **Bartanvi Hukoomat-i-Hind**— Translation of Anderson's British Administration in India.

7. **Asrar-e-Haq**—On Spiritualism in Islam—400 pp.
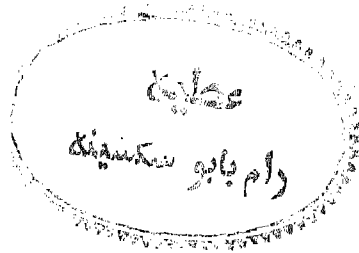
Volume III. ... Collection of poems describing the objects of Nature, such as Fruits and Flowers, Worms and Insects, Bees and Butterflies, favourite Birds and Quadrupeds.

Volume IV. ... Collection of poems describing the various important and interesting phases of Indian life, such as popular Customs and Ceremonies, Functions and Festivals, Games and Sports, Fashions and Etiquettes, and various shades of Domestic life. Also the ancient mode of Warfare.

It will be seen that the Series, in its variety and scope, is really a panorama of Indian life and culture, depicting genuine feelings and emotions, discussing communal problems, as well as social and moral notions, describing every day life and its relation to the objects and events of Nature. This will enable the reader to survey the extent and gauge the depth of Urdu Poetry.

MOHAMED ELYAS BURNY,
OSMANIA UNIVERSITY, HYDERABAD (DECCAN).

December, 1924.

Volume II. ... Selections from the works of the eminent poet, Mirza Ghalib, his noteworthy contemporaries, Zauq and Zafar and his true follower Hasrat Mauhani.

Volume III. ... Selections from the works of some thirty old notable poets.

Volume IV. ... Selections from the works of some sixty modern popular poets.

Set III.

MANAZIR-E-QUDRAT (The Scenes and Sights of Nature).

Volume I. ... Collection of poems reflecting the various manifestations of Time, such as Dawn, Sunrise, Sunshine, Sunset, Night, Moonlight, Rainy-season, Winter, Summer and Spring.

Volume II. ... Collection of poems reflecting the scenes and sights of Space, such as Earth and Sky, Plains and Mountains, Rivers and Forests, Fields and Gardens, Cities and famous Buildings.

their final cast in 1924, and it is possible that some additional Volumes may still follow in the future.

The Series is divided into three Sets, and covers twelve volumes as follows :—

Set I.

MAARIF-E-MILLAT	(Problems of Community)
Volume I. ...	Collection of poems in praise of God and the Prophet and others imbued with the spirit of religious devotion : A Prayer Book.
Volume II. ...	Collection of poems depicting the past, present and future of Islam and the Musalmans. The tragedy of Karbala, as told here, is extremely impressive.
Volume III....	Collection of poems dealing with the various phases and prospects of Nationalism in India.
Volume IV....	Collection of peoms dealing with the various problems of Ethics and Morals.

Set II.

JAZBAT-E-FITRAT	(Natural Feelings and Emotions).
Volume I. ...	Selections from the works of the two old and premier poets Mir and Sauda.

SELECTED URDU POEMS SERIES

This is, perhaps, the first attempt in Urdu alone, to edit a comprehensive anthology on the advanced system of the comparative study of cognate poems. The Collection already includes more than twelve hundred poems selected from the works of nearly two hundred poets—old and new—bearing upon a large variety of important and interesting subjects and arranged according to the affinity of their subject-matter. The Series thus offers, in a convenient form what may be called the cream of Urdu Poetry, while by the special arrangement of the pieces selected it provides ample scope for the growth and development of critical instinct which is the soul of higher literary education. It is hoped that the Series will satisfy not only the long felt want of a popular anthology for the Urdu reading public, but will also meet the demand for systematic Urdu Poetry-books in Schools and Colleges all over the country.

The Series was started in 1919 when the first three Volumes of the Ma'arif, Manazir, and Jazbat were published, and received such an active support, far and near, that it rapidly extended to no less than twelve Volumes within the next four years. A Revised and Enlarged edition of these Volumes has been publised in
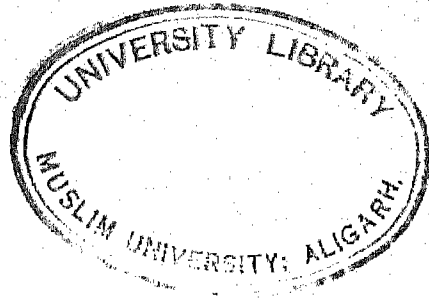
Jazbat-e-Fitrat

VOL III

Selected Urdu Poems Series

Jazbat-e-Fitrat

Edited by

MOHAMED ELYAS BURNY
M. A., LL. B. (ALIG.)
Osmania University
Hyderabad (Deccan)

VOL. III

3rd Edition Price Re 1